محشّٰی
فوائدِ مکیّہ
مع
حواشی مرضیّہ
تالیف
حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب مکیؒ
بتحشیہ
علامہ قاری ابن ضیاء محب الدین احمد
قدیمی کتب خانہ
مقابل آرام باغ ۔ کراچی ۱

فوائدِ مکّیہ محشّٰی

مع

حواشیِ مرضیّہ

تالیف

حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب مکیؒ

بتحشیہ

علامہ قاری ابن ضیاء محب الدین احمد

ناشر

قدیمی کتب خانہ

مقابل آرام باغ کراچی

مقدمۃ الکتاب[1]

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیۡعِنَا وَمَوۡلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَاَزۡوَاجِہٖ وَذُرِّیّٰتِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ۔

جاننا چاہیئے کہ قرآن مجید کو قواعد تجوید سے پڑھنا نہایت ہی ضروری[2] ہے۔ اگر تجوید سے قرآن مجید نہ پڑھا گیا تو پڑھنے والا خطاوار[3] کہلائے گا، پھر اگر ایسی غلطی ہوئی کہ ایک حرف دوسرے حرف سے بدل گیا یا کوئی حرف گھٹا بڑھا دیا گیا یا حرکات میں غلطی کی یا ساکن کو متحرک یا متحرک کو ساکن کر دیا تو پڑھنے والا گنہ گار ہوگا اور اگر ایسی غلطی ہوئی جس سے لفظ کا ہر حرف مع حرکت اور سکون کے ثابت رہے صرف بعض صفات جو تحسین[4] حرف

---

[1] وہ مضامین ضروریہ جو کتاب کے متعلقات سے ہوں اور بصیرت و آسانی کے لئے مقصود سے پہلے بیان کیے جائیں، ان کو مقدمۃ الکتاب کہتے ہیں، اور یہ مقدمہ عام اور شامل ہے خاص مقدمۃ العلم کو بھی جس میں علم کی تعریف، موضوع، غایت بیان کی جائے۔ احقر ابن ضیاء محب الدین احمد عفی عنہ،

[2] سب سے پہلے تجوید کا حکم بیان فرمایا چنانچہ علامہ جزریؒ فرماتے ہیں ؎ والاخذ بالتجوید حتم لازم۔ یعنی تجوید کا حاصل کرنا نہایت ضروری ہے جو بمعنی واجب ہے کما قال اللہ تعالےٰ وَرَتِّلِ الۡقُرۡاٰنَ تَرۡتِیۡلًا ۱۲۔ ابن ضیاء عفی عنہ

[3] تجوید کا حکم بیان کرنے کے بعد اسکی وعید بیان فرمائی جیساکہ علامہ جزریؒ فرماتے ہیں ؎ مَنۡ لَّمۡ یُجَوِّدِ الۡقُرۡاٰنَ اٰثِمٌ یعنی جو شخص قرآن مجید کو تجوید سے نہ پڑھے وہ گنہ گار ہے ۱۲۔ ابن ضیاء

[4] اس سے مراد صفات لازمہ غیر ممیزہ ہیں مثل غین و خاء کی صفت استعلاء کے یا طاء و ظاء کی صفت اطباق وغیرہ کے جیساکہ عطف تفسیری کے ساتھ خود بیان فرمایا کہ "اور غیر ممیزہ ہیں" باقی صفت عارضہ کی قسم غیر ممیزہ کسی کتاب میں میری نظر سے نہیں گذری واللہ اعلم بالصواب ۱۲۔ احقر ابن ضیاء

سے تعلق رکھتے ہیں اور غیر ممیزہ ہیں۔ یہ اگر ادا نہ ہوں تو خوف عقاب اور تہدید کا ہے،
پہلی قسم[۱] کی غلطیوں کو لحن جلی اور دوسری[۲] قسم کی غلطیوں کو لحن خفی کہتے ہیں۔

تجوید[۳] کے معنی ہر حرف کو اپنے مخرج[۴] سے مع جمیع صفات[۵] کے ادا کرنا۔ اس کا
موضوع[۶] حروف تہجی اور غایت[۷] تصحیحِ حروف ہے اور خوش آوازی سے پڑھنا امر زائد[۸] مستحسن
ہے اور قواعد تجوید کے خلاف نہ ہو ورنہ مکروہ اگر لحن خفی لازم آئے، اور اگر لحن جلی لازم آئے
تو حرام ممنوع ہے۔ پڑھنا اور سننا[۹] دونوں کا ایک حکم ہے۔

---

[۱] یعنی جبکہ وضع کلمہ مہمل ہو جاوے یا وضع کلمہ میں فرق ہو جاوے چاہے معنی بدلیں یا نہ بدلیں اس قسم کی صریح
اور ظاہر غلطیاں ہیں اس وجہ سے انکو لحن جلی کہتے ہیں ۱۲

[۲] یعنی صفات غیر ممیزہ یا صفات عارضہ نہ ادا ہوں اس قسم کی غلطیوں کو بوجہ عدم واقفیت غیر مجود نہیں سمجھ
سکتے اس وجہ سے ان کو لحن خفی کہتے ہیں لیکن لحن خفی کو چھوٹی اور خفیف غلطی سمجھ کر اس کی طرف سے لاپرواہی کرنا
بڑی غلطی ہے ۱۲۔ ابن ضیاء

[۳] تجوید ایسے علم کا نام ہے جس کی رعایت سے قرآن شریف موافق نزول کے پڑھا جا سکے کیونکہ قرآن مجید تجوید ہی
کے ساتھ نازل ہوا ہے جیسا کہ علامہ جزری فرماتے ہیں ؎ لانہ بہ الالہ انزلا۔ وھکذا منہ الینا وصلا۔ پس قرآن
مجید کو بلا رعایت تجوید پڑھنا ایک قسم کی تحریف ہے جو جائز نہیں ۱۲ ابن ضیاء عفی عنہ

[۴] جس جگہ سے صحیح حرف نکلتا ہے اسکو مخرج کہتے ہیں ۱۲ ابن ضیاء

[۵] جس جس انداز سے حرف صحیح نکلتا ہے اس کو صفت کہتے ہیں اور صفات جمع صفت کی ہے جمع کے ساتھ اس
لئے بیان کیا کہ ایک ایک حرف میں کئی کئی صفتیں پائی جاتی ہیں مثلاً را، میں جہر توسط استفال انفتاح تکریر پانچ صفات
پائے گئے جیسا کہ صفات کے بیان اور نقشہ سے معلوم ہوگا۔ ۱۲۔ ابن ضیاء

[۶] جس کے حالات کسی علم میں بیان کیے جاویں وہ اس علم کا موضوع ہوگا مثلاً علم تجوید میں حرف کے مخارج اور
صفات سے بحث کی جاتی ہے تو اس وقت حروف تہجی علم تجوید کا موضوع کہا جاوے گا ۱۲ ابن ضیاء

[۷] کسی کام کے کرنے پر جو نتیجہ و فائدہ مرتب ہوتا ہے اس کو غایت کہتے ہیں مثلاً تجوید کے ساتھ پڑھنے سے
تصحیح کلام اللہ ہوگی لہٰذا یہ غایت تجوید کہی جائے گی اور اگر اس تصحیح سے غرض ثواب ہو توان شاء اللہ ثواب بھی
ملے گا ۱۲ ابن ضیاء (بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر ملاحظہ ہو)

باب[1] اوّل

فصل[2] اوّل استعاذہ[3] اور بسملہ[4] کے بیان میں

قرآن مجید شروع کرنے سے پہلے استعاذہ ضروری[5] ہے اور الفاظ

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) [8] یعنی خوش آوازی تجوید کے قواعد اور حکم وغیرہ سے خارج ہے اگرچہ امر مستحسن ہے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں زینوا القرآن باصواتکم یعنی اپنی آوازوں سے قرآن مجید کو زینت دو چونکہ بہت سے لوگوں نے خوش آوازی کو تجوید کا موقوف علیہ قرار دے رکھا ہے یہاں تک کہ تجوید حاصل نہیں کرتے کہ ہماری آواز اچھی نہیں یا جن لوگوں میں فطرتاً خوش آوازی نہیں ہے ان کو باوجود صحیح پڑھنے کے مطعون کرتے ہیں یا بعض لہجہ ہی کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور تجوید کا خیال نہیں کرتے اس لئے فرمایا کہ خوش آوازی سے پڑھنا امر زائد مستحسن ہے وہ بھی اس شرط کے ساتھ جب کہ لحن جلی لازم نہ آوے ورنہ حرام ہے اور اگر لہجہ کی بدولت لحن خفی لازم آئے تو مکروہ ہے کما ذکر شیخنا المصنف ؒ
[9] یعنی جس طرح لحن جلی کے ساتھ پڑھنا حرام ہے اسی طرح لحن جلی کا سننا بھی حرام ہے اور جس طرح لحن خفی کے ساتھ پڑھنا مکروہ ہے اسی طرح اس کا سُننا بھی مکروہ ہے بہر حال فعل ناجائز اور قبیح سے بچنا نہایت ضروری ہے ۱۲ ابن ضیاء

(حاشیہ متعلقہ صفحہ ہٰذا) [1] جس میں مختلف قسم کے عام مضامین مذکور ہوں اسکو باب کہتے ہیں ۱۲ ابن ضیاء
[2] جب ایک بیان کو دوسرے بیان سے جدا کرنا ہوتا ہے تو اس کو فصل کہتے ہیں اس میں ایک خاص قسم کے مضامین ہوتے ہیں ۱۲ ابن ضیاء
[3] جن کلمات کے ذریعہ شیطان سے پناہ مانگی جائے اس کو استعاذہ کہتے ہیں اس کا نام تعوذ بھی ہے یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ پڑھنا ۱۲ ابن ضیاء
[4] اس کے معنی ہیں بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھنا ۱۲ ابن ضیاء
[5] چونکہ ابتداء قرأت مہتم بالشان ہے اس وجہ سے لفظ "ضروری" فرمایا یہاں ضروری بمعنی واجب نہیں کیونکہ احناف کے نزدیک استعاذہ مستحب ہے جیسا کہ ملا علی قاری" فرماتے ہیں والصحیح انہا مستحبۃ بقرینۃ الشرط فان المشروط غیر واجب ۱۲ ابن ضیاء

اس کے یہ ہیں أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ گو اور طرح[1] سے بھی ثابت ہے
مگر بہتر یہ ہے انہیں[2] الفاظ سے استعاذہ کیا جائے اور جب سورۃ شروع کی جائے تو
(بِسْمِ اللّٰهِ) کا پڑھنا بھی نہایت ضروری[3] ہے سوائے سورۃ (بَرَاءَۃ) کے

۱؎ جیسا کہ طیبہ میں علامہ جزری فرماتے ہیں ؎ وان تغیر اوتزد لفظا فلا ÷ تعد الذی قد صح مما نقلا ÷ یعنی اگر الفاظ استعاذہ متغیر کر دیئے جائیں یا الفاظ استعاذہ زیادہ کیے جائیں تو ثبوت نقل سے نہ متجاوز ہوں۔ متغیر کی مثال اللھم انی اعوذ بک من ابلیس وجنودہ، اور زیادتی کی مثال اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم ۱۲ ابن ضیار

۲؎ جیسا کہ علامہ دانی فرماتے ہیں اعلم ان المستعمل عند القراء الحذاق من اہل الاداء فی لفظھا اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم دون غیرہ یعنی ماہرین قرار کے نزدیک الفاظ استعاذہ اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ہی مختار ہیں۔ ۱۲ ابن ضیار

۳؎ عن ابن خزیمۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرأ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم فی اول الفاتحۃ فی الصلوٰۃ وعدھا اٰیۃ ایضًا فھی اٰیۃ مستقلۃ منہا فی احدی الحروف السبعۃ المتفق علی تواترھا وعلیہ ثلثۃ من القراء السبعۃ ابن کثیر وعاصم والکسائی فیعتقدونہا اٰیۃ منہا بل من القراٰن اول کل سورۃ (من الاتحاف فی القراءات الاربعۃ عشر) وقیل اٰیۃ تامۃ من کل سورۃ وھو قول ابن عباس وابن عمر وسعید بن جبیر والزھری وعطاء وعبد اللہ بن المبارک وعلیہ قراء مکۃ والکوفۃ وفقہاؤھا وھو القول الجدید للشافعی (من منار الھدیٰ فی الوقف والابتداء) والحاصل ان التارکین اخذوا بالحال الاولی والمبسملین اخذوا بالاخیر المعول ولا یخفی قوۃ دلیل المبسملین لاسیما مع کتابۃ البسملۃ فی اول کل سورۃ اجماعًا من الصحابۃ (من شرح الشاطبیۃ لملا علی قاری) ثم المبسملون بعضھم یعدھا اٰیۃ من کل سورۃ سوی براءۃ وھو غیر قالون (من کنز المعانی شرح حرز الامانی) قال السخاوی تلمیذ الشاطبی واتفق القراء علیہا فی اول الفاتحۃ کابن کثیر وعاصم والکسائی یعتقدونہا اٰیۃ منہا ومن کل سورۃ والصواب ان کلًّا من القولین حق وانہا اٰیۃ من القراٰن فی بعض القراءات وھی قراءۃ الذین یفصلون بہا بین السورتین ولیست اٰیۃ فی قراءۃ من لم یفصل بہا (النشر فی القراءات العشر للامام ابن الجزری رح) ۱۲ منہ ــــ (بقیہ برصفحہ آئندہ)

اور اوساط اور اجزاء[ل۱] میں اختیار ہے چاہے (بِسْمِ اللّٰہِ) پڑھے اور چاہے نہ پڑھے۔ (اَعُوْذُ)

(بقیہ حاشیہ از صفحہ سابقہ) **ترجمہ:** ابن خزیمہ سے مروی ہے کہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھا ہے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کو اَلْحَمْدُ کے شروع میں نماز کے اندر اور اس کو ایک آیت بھی شمار کیا پس معلوم ہوا کہ یہ ایک مستقل آیت ہے بعض قراء سبعہ کے نزدیک جن کے تواتر پر اتفاق ہے اور قرآء سبعہ میں سے تین قاری ابن کثیرؒ اور عاصمؒ اور کسائیؒ اسی پر ہیں۔ اور یہ تینوں اس کے الحمد کی ایک آیت ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں بلکہ قرآن شریف کے ہر سورۃ کے شروع کی ایک آیت مانتے ہیں (اتحاف) اور کہا گیا ہے کہ ایک آیت تامہ ہے ہر سورۃ سے یہ ابن عباس اور ابن عمر اور سعید بن جبیر اور زہری اور عطاء اور عبداللہ بن المبارک رضی اللہ عنہم کا قول ہے اور اسی پر قراء مکہ اور کوفہ اور وہاں کے فقہاء ہیں اور امام شافعیؒ کا قول جدید یہی ہے (منار الہدیٰ فی الوقف والابتداء) حاصل یہ ہے کہ بسم اللہ نہ پڑھنے والوں نے عمل کیا ہے شروع زمانہ پر اور پڑھنے والوں نے عمل کیا ہے اخیر زمانہ پر جو معتمد ہے اور بسم اللہ پڑھنے والوں کی دلیل کی قوت مخفی نہیں خاصکر جب کہ بسم اللہ ہر سورۃ کے شروع میں اجماع صحابہؓ سے لکھی گئی ہے۔ (شرح شاطبیہ لملا علی قاری) پھر بسم اللہ پڑھنے والے بعض اس کو ہر سورۃ سے سوائے سورۂ براءۃ کے ایک آیت شمار کرتے ہیں اور وہ بعض علاوہ قالونؒ کے ہیں (کنز المعانی شرح حرز الامانی) سخاویؒ شاگرد امام شاطبیؒ فرماتے ہیں کہ قراء نے اس کے جزو فاتحہ ہونے پر اتفاق کیا ہے مثل ابن کثیرؒ اور عاصمؒ اور کسائیؒ اس کو سورۂ فاتحہ اور ہر سورۃ سے جزو جانتے ہیں اور صواب یہ ہے کہ دونوں قول حق ہیں اور وہ آیت قرآن سے ہے بعض قرأت میں اور وہ قرأت ان لوگوں کی ہے جو درمیان دو سورتوں کے بسم اللہ سے فصل کرتے ہیں۔ اور جو لوگ اس سے فصل نہیں کرتے انکی قرأت میں یہ آیت نہیں (النشر)

[ل۱] سورۂ براءۃ کے شروع میں بالاتفاق ترک بسملہ ہے چاہے ابتداء قرأت ہو چاہے درمیان قرأت ہو اس لیے کہ بسم اللہ آیت رحمت ہے اور ابتداء براءۃ آیت غضب ہے جیسا کہ علامہ شاطبیؒ فرماتے ہیں ؎ ومہما تصلہا او بدأت براءۃ ÷ لتنزیلہا بالسیف مبسملا یعنی جب کسی سورۃ سے وصل کیا جاوے سورۂ براءۃ کا یا ابتداء کی جائے سورۂ براءۃ سے تو بسبب نازل ہونے براءۃ کے ساتھ قہر کے بسم اللہ نہیں ثابت پس مناسب نہیں کہ آیت رحمت کو آیت غضب کے ساتھ جمع کیا جائے۔ ۱۲ ابن ضیاء۔

(حاشیہ متعلقہ صفحہ ہٰذا) [ل۱] یعنی سورۃ کے درمیان سے شروع کرنے میں بسم اللہ کے بارے میں اختیار ہے اگرچہ سورۂ براءۃ ہو ۱۲ ابن ضیاء

اور (بسم اللہ) پڑھنے میں چار صورتیں ہیں[۳]۔ فصل کل۔ وصل کل۔ فصل اول وصل ثانی۔ وصل اول فصل ثانی۔ جب ایک سورۃ کو ختم[۴] کرکے دوسری شروع کریں تو تین صورتیں جائز ہیں اور چوتھی صورت جائز نہیں یعنی فصل کل، اور وصل کل اور فصل اول وصل ثانی جائز ہے اور وصل اول فصل ثانی جائز نہیں[۳]۔

(فائدہ) امام عاصمؒ کے نزدیک جن کی روایت تمام جہان[۴] میں پڑھی جاتی ہے ان کے یہاں بسم اللہ ہر سورۃ کا جز ہے تو اس لحاظ سے جس سورۃ کو قاری بلا بسم اللہ پڑھے گا

---

[۱] یعنی ابتدا قرآت ابتدا سورۃ سے ہو تو استعاذہ اور بسملہ کے وصل و فصل کے لحاظ سے چار وجہیں ہیں جیساکہ کتاب میں مذکور ہیں لیکن استعاذہ کا بسملہ اور قرآن سے فصل بہتر ہے جیساکہ منار الہدیٰ فی الوقف والابتداء میں ہے اعلموا ان الاستعاذۃ یستحب قطعھا من التسمیۃ ومن اول السورۃ لانھا لیست من القرآن اور اگر سورۂ براءۃ سے قرآت شروع کی جائے تو استعاذہ کا وصل و فصل دونوں جائز ہے جیساکہ اتحاف میں ہے ویجوز الوقف علی التعوذ ووصلہ بما بعدہٗ بسملۃ کان اوغیرھا من القرآن انتھیٰ ۱۲ ابن ضیار

[۲] یعنی درمیان قرآت شروع سورۃ میں تین ہی وجہیں جائز ہیں جیساکہ کتاب میں مذکور ہے اور اگر ابتدا قراۃ درمیان سورۃ سے ہو تو بسم اللہ پڑھنے کی صورت میں چاروں وجہیں جائز ہیں لیکن شروع میں شیطان کا نام ہو تو وصل جائز نہیں مثل الشیطن یعدکم الفقر اور اگر بسم اللہ نہ پڑھی جائے تو استعاذہ کا وصل و فصل دونوں جائز ہیں لیکن شروع میں اللہ پاک کا کوئی نام ہو تو استعاذہ کا وصل نہ کرے مثل اللہ ھو اللہ الرحمٰن وغیرہ۔ ۱۲ ابن ضیار

[۳] کیونکہ بسم اللہ کو شروع سورۃ سے تعلق ہے اس وجہ سے بسم اللہ کا وصل ختم سورۃ سے اور فصل شروع سورۃ سے جائز نہیں جیساکہ علامہ شاطبیؒ فرماتے ہیں ؎ ومھما تصلھا مع اواخر سورۃ ۞ فلا تقف الدھر فیھا فتثقلا یعنی جب بسم اللہ کا ختم سورۃ سے وصل کیا جاوے تو نہ وقف کر اس وقت بسم اللہ پر تاکہ دشواری میں پڑے کیونکہ بسبب فصل کے بسم اللہ کا شروع سورۃ میں نہ پڑھنا لازم آئے گا۔ ۱۲ ابن ضیار

[۴] اس وجہ سے کہ امام اعظم صاحبؒ علم قراۃ میں امام عاصمؒ کے شاگرد ہیں لہٰذا موافقت قراۃ و روایت کے احناف قراۃ امام عاصم صاحبؒ کی اور روایت حفصؒ کی پڑھتے ہیں اور چونکہ روایت حفصؒ بھی قراۃ سبعہ متواترہ میں سے ایک قراۃ ہے اور اس کے موافق قرآن شریف میں نقطے اور اعراب وغیرہ لگے ہیں اس سہولت کی وجہ سے شوافع وغیرہ بھی انہیں کی قراۃ پڑھتے ہیں ۱۲ ابن ضیار

تو وہ سورت امام عاصمؒ کے نزدیک ناقص ہو گی، ایسے ہی اگر سارا قرآن پڑھا جائے تو جتنی سورتوں میں بِسْمِ اللّٰہِ نہیں پڑھی ہے اتنی آیتیں قرآن شریف میں ناقص ہوں گی۔[۱]

(فائدہ) اگر درمیان قرأت کے کوئی کلام اجنبی ہو گیا[۲] گو کہ سلام کا جواب ہی کسی کو دیا ہو تو پھر استعاذہ دُہرانا چاہیئے۔

(فائدہ) قرأت جہریہ میں استعاذہ جہر[۳] کے ساتھ ہونا چاہیئے اور اگر آہستہ سے یا دل میں استعاذہ کر لیا جائے تو بھی کوئی حرج نہیں (بعض کا قول ایسا ہے)

۱؎ مگر یہ امر ظاہر ہے کہ بسم اللہ کا جزء ہر سورۃ ہونا امر قطعی نہیں کیونکہ مجتہدین وفقہاء کا اختلاف ہے! احناف جزء قرآن کے قائل ہیں اور شوافع جزء ہر سورۃ کے قائل ہیں۔ ایسے ہی ابن کثیرؒ عاصمؒ کسائی کی طرف نسبت اعتقاد جزء ہر سورت کا ہونا امر ظنی ہے قطعی نہیں کیونکہ کتب تفسیر اور قرأت کی کتابوں میں جن کے مؤلف شافعی المذہب ہیں ان کا قول ہے کہ یہ قراء جزء ہر سورۃ کے قائل ہیں اور ان قراء سے روایت اعتقاد جزئیت ہر سورۃ کی نظر سے نہیں گزری البتہ بسم اللہ کی روایت ان قراء سے قطعی ہے اور اعتقاد جزئیت یہ مسئلہ فقہی ہے علم قرأت سے اس کو تعلق نہیں ۱۲ منہ

۲؎ کتب قرأت میں جو مسائل بیان کیے جاتے ہیں وہ تلاوت سے متعلق ہیں لہٰذا تلاوت میں روایت حفصؒ کی پابندی لازمی ہے اور تراویح وغیرہ کے مسائل فقہ سے متعلق ہیں لہٰذا حنفیوں کو تراویح وغیرہ کے بارے میں امام اعظم صاحبؒ کی تقلید واجب ہے چونکہ احناف کے نزدیک آیت اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کے علاوہ بسم اللہ ہر سورۃ کے شروع کا جزء نہیں صرف قرآن کا جزء ہے لہٰذا قرآن بھر میں ایک جگہ کہیں بھی تراویح میں پڑھ لینے سے قرآن مجید پورا ہو جائے گا اس وقت روایت حفصؒ کے موافق تکمیل قرآن کے مکلف نہیں ہیں پس عدم تقلید اور تخلیط قرأت دونوں سے بچنا ضروری ہے ۱۲ ابن ضیاء عفی عنہ

۳؎ یعنی متعلقات قرآن سے کوئی بات نہ ہوئی ہو اس لئے کہ غیر متعلقات قرآن منافی قرأت ہے پس اگر بلاوجہ قرأت میں سکوت بھی پایا گیا تو استعاذہ پھر کرنا چاہیئے کیونکہ اعراض عن القرآۃ لازم آئے گا اگرچہ ارادہ پھر پڑھنے کا ہو۔ ہاں اگر افہام وتفہیم یعنی کی غرض سے سکوت ہو تو استعاذہ دہرانے کی ضرورت نہیں پڑھتے پڑھتے وقت سے زیادہ رُک جانے کو سکوت کہتے ہیں ۱۲ ابن ضیاء

۴؎ بعض حضرات اس کو شرط وجودی اور شرط عدمی کے ساتھ مقید کرتے ہیں۔ شرط وجودی یہ کہ قرأت بالجہر ہو یا سامع ہو۔ اور شرط عدمی یہ کہ نماز میں نہ ہو یا قرآن کا دور نہ کرتا ہو اسی طرح سے حضرت نے فوائد مکیہ پڑھاتے وقت مجھ سے بیان کیا تھا۔ پھر بعد میں شرح شاطبی ملا علی قاری میں یہی تقریر میں نے دیکھی ہے ۱۲ ابن ضیاء

دوسری فصل مخارج کے بیان میں

مخارج حروف کے چودہ ہیں پہلا مخرج اقصیٰ حلق اس سے (ا۔ ء۔ ہ) نکلتے ہیں۔ دوسرا مخرج وسطِ حلق اس سے (ع۔ ح) نکلتے ہیں۔ تیسرا مخرج ادنیٰ حلق اس سے (غ۔ خ) نکلتے ہیں۔ چوتھا مخرج اقصیٰ لسان اور اوپر کا تالو اس سے (ق) نکلتا ہے۔ پانچواں مخرج قاف کے مخرج سے ذرا منھ کی طرف ہٹ کر اس سے (ک) نکلتا ہے، ان دونوں حرفوں کو یعنی (ق اور ک) کو حروف لہویہ کہتے ہیں۔ چھٹا مخرج وسط لسان اس سے (ج۔ ش۔ ی) نکلتے ہیں ساتواں مخرج حافۂ لسان اور ڈاڑھوں کی جڑ اس سے (ض) نکلتا ہے آٹھواں مخرج طرفِ لسان اور دانتوں کی جڑ اس سے (ل۔ ن۔ ر) نکلتے ہیں۔ نواں مخرج نوکِ زبان اور ثنایا علیا کی جڑ اس سے (ط۔ د۔ ت) نکلتے ہیں۔ دسواں مخرج نوکِ زبان اور ثنایا علیا کا کنارہ اس سے (ظ۔ ذ۔ ث) نکلتے ہیں۔ گیارہواں مخرج نوکِ زبان اور ثنایا سفلیٰ کا کنارہ مع اتصال ثنایا علیا کے اس سے (ص۔ ز۔ س) نکلتے ہیں بارھواں مخرج نیچے کا لب اور ثنایا علیا کا کنارہ اس سے (ف) نکلتا ہے۔ تیرھواں مخرج دونوں لب اس سے (ب۔ م۔ و) نکلتے ہیں۔ چودھواں مخرج خیشوم اس سے غنہ نکلتا ہے مراد اس سے نون مخفی و مدغم بادغام ناقص ہے۔

(فائدہ) یہ مذہب فراء وغیرہ کا ہے اور سیبویہ کے نزدیک سولہ مخارج ہیں انہوں نے (ل) کا مخرج حافۂ لسان اس کے بعد (ن) کا مخرج کہا ہے اس کے بعد (ر) کا

---

[۱] فراء کے مذہب کی بنا پر الف اور ہمزہ کا مخرج ایک ہے اس وجہ سے الف کو بھی ہمزہ کے ساتھ بیان فرمایا چونکہ الف مخرج مقدر جوف حلق سے نکلتا ہے اس وجہ سے اس کو حلقیہ نہیں کہتے بلکہ جوفیہ اور ہوائیہ کہتے ہیں۔ حروف حلقیہ ان حروف کو کہتے ہیں جو بالاتفاق حلق کے مخرج محقق سے ادا ہوتے ہیں ۱۲ ابن ضیاء

[۲] مخفی بضم المیم وفتح الفاء صحیح ہے یعنی وہ غنہ جو اخفاء اور ادغام ناقص کی حالت میں بقدر ایک الف نکلتا ہے اس کو حرف فرعی کہتے ہیں ۱۲ ابن ضیاء

مخرج ہے۔ اور خلیل کے نزدیک سترہ[۴] ہیں، انہوں نے (ل ن ر) کا مخرج جدا جدا دکھاہے اور حرفِ علت[۱] جب مدہ[۲] ہوں ان کا مخرج جوف کہا[۳] ہے۔ ۵[۵]

---

[۱] یعنی واؤ اور یا، کیونکہ الف ہمیشہ حرف مد ہوتا ہے ۱۲ ابن ضیاء

[۲] یعنی واؤ ساکن سے پہلے پیش اور یائے ساکن سے پہلے زیر ہو، باقی الف ہمیشہ ساکن ماقبل زبر ہوتا ہے لیکن جب ہمزہ بشکل الف ساکن ماقبل زبر ہوگا تو اس الف پر جزم ضرور ہوگا اور جھٹکے سے پڑھا جائے گا جیسے شأن الف اور ہمزہ میں یہی فرق ہے ۱۲ ابن ضیاء

[۳] یعنی واؤ مدہ اپنے ہی مخرج کے جوف سے اور یائے مدہ اپنے ہی مخرج کے جوف سے اس طرح ادا ہوتے ہیں کہ مخرج کا تحقق نہیں ہوتا بلکہ مثل الف کے واؤ یا، مدہ بھی ہوا پر تمام ہو جاتے ہیں جیساکہ علامہ جزری فرماتے ہیں فالف الجوف و اختاها وهي ؛ حروف مد للهواء تنتهي ۱۲ ابن ضیاء

[۴،۵] (فائدہ) یہ اختلاف ۱۴۔ ۱۶۔ ۱۷ حقیقی اختلاف نہیں ہے۔ فرّاء نے ل ن ر میں قرب کا لحاظ کرکے ایک کہہ دیا سیبویہ اور خلیل نے قرب کا لحاظ نہ کرکے الگ مخرج ہر ایک کا بیان کیا جیساکہ محققین کا قول ہے کہ ہر حرف کا مخرج علیحدہ ہے مگر نہایت قرب کی وجہ سے ایک شمار کیا جاتا ہے علیٰ ہذا القیاس حروف مدہ کا مخرج خلیل نے جوف کہا ہے، فراء سیبویہ نے مدہ وغیر مدہ کا ایک ہی مخرج کہا ہے مخرج جوف زائد نہیں کیا اس میں تحقیق یہ ہے کہ الف بالکل ہوائی حرف ہے اس میں اعتماد صوت کا کسی جزء معین پر نہیں ہوتا اسی واسطے فراء و سیبویہ نے مبدء مخارج یعنی اقصاء حلق اس کا مخرج کہا ہے اور حرف (و) و (یا) جب مدہ ہوں تو اس وقت اعتماد صوت کا لسان و شفتین پر نہایت ضعیف ہوتا ہے مگر ہوتا ضرور ہے تو فراء و سیبویہ نے اس اعتمادِ ضعیف کی وجہ سے مدہ وغیر مدہ کے مخرج میں فرق نہیں کیا خلیل نے ضعف و قوت کا لحاظ کرکے ایک مخرج جوف زائد کیا ہے۔

(فائدہ) غنہ صوتِ خیشومی کا نام ہے اور یہ سب حرفوں میں ممکن الاداء ہے مگر نّ مّ میں صفت لازمہ کے طور سے ہے اور جب یہ دونوں حرف مشدد یا مخفی یا مدغم بالغنہ ہوں تو اس وقت یہ صفت علیٰ وجہ الکمال پائی جاتی ہے اور ان حالتوں میں خیشوم کو ایسا دخل ہے کہ بغیر اس صفت کے نّ مّ بالکل ادا ہی نہ ہوں گے یا نہایت ناقص ادا ہوں گے لہٰذا فرّاء نے لکھا ہے کہ نّ مّ کا مخرج ان حالتوں میں خیشوم ہے اب کئی اعتراض ہوتے ہیں:۔

اوّل یہ کہ سب صفات لازمہ میں یہ بات پائی جاتی ہے کہ بغیر اُن کے حرف ادا نہیں ہوتا تو سب کا مخرج (بقیہ صفحہ آئندہ پر)

(بقیہ از صفحہ گذشتہ) بیان کرنا چاہئے اور مخرج بدلنا چاہیئے یا دو مخرج لکھنا چاہیئے جواب یہ ہے کہ چونکہ صفت غنہ کا مخرج سب مخارج سے علٰحدہ ہے اس واسطے بیان کرنے کی حاجت ہوئی بخلاف اور صفات کے کہ انہیں مخارج سے تعلق رکھتے ہیں جہاں سے حروف نکلتے ہیں۔

دوسرا شبہ یہ ہوتا ہے کہ (نّ) مشدد اور مدغم بالغنہ اور (مّ) مطلقاً خواہ مشدد ہو یا مخفی ان صورتوں میں اصلی مخارج سے نکلنے میں تبدیل مخرج تو نہیں معلوم ہوتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ مخرج اصلی کو بھی دخل ہے اور خیشوم کو بھی تاکہ علیٰ درجۃ الکمال ادا ہوں۔

تیسرا شبہ یہ ہے کہ نون مخفی کو بعض قراء زمانہ لکھتے ہیں کہ اس میں لسان کو ذرہ بھر دخل نہیں اور کتب تجوید کی بعض عبارات سے ان کی تائید ہوتی ہے مگر جب غور و خوض کیا جائے اور سب کے اقوال مختلفہ پر نظر کی جائے تو یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ (ن) مخفی میں لسان کو بھی دخل ہے مگر ضعیف۔ اسی وجہ سے کالعدم سمجھا گیا جیسا کہ حروف مدہ میں اعتماد ضعیف سے قطع نظر کر کے خلیل وغیرہ نے ان کا مخرج جوف بیان کیا ہے ایسا ہی نون مخفی کا حال ہے کہ اس کی تعریف یہ کی جاتی ہے حرف خفی یخرج من الخیشوم لا عمل للسان فیہ اب لا عمل للسان کو دیکھ کر خیال پیدا ہوتا ہے کہ لسان کو ذرہ بھر دخل نہیں کیونکہ نکرہ منفی عموم کا فائدہ دیتا ہے۔ اگر یہ صحیح مانا جائے تو حرف کا اطلاق صحیح نہیں اس واسطے کہ حرف کی تعریف ملا علی قاریؒ وغیرہ نے لکھی ہے کہ صوت یعتمد علیٰ مقطع محقق او مقدر مقطع محقق کو اجزاء حلق لسان شفت بیان کیا اور مقطع مقدر جوف کو بیان کیا لہٰذا لا عمل للسان میں عمل خاص کی نفی ہے جیسا کہ آگے کی عبارات سے معلوم ہو جائے گا۔ ثانیاً ملا علی قاریؒ کی عبارت سے بھی عمل لسان ثابت ہے وہ لکھتے ہیں وان النون المخفاۃ مرکبۃ من مخرج الذات ومن تحقق الصفۃ فی تحصیل الکمالات تحقق الصفۃ کے معنی وجود غنہ اور اس کا مخرج خیشوم ہے۔ فثبت ما قلنا۔ ثالثاً امام جزریؒ نشر فی القرأت العشر میں لکھتے ہیں المخرج السابع عشر الخیشوم وھو الغنۃ وھی تکون فی النون والمیم الساکنین حالۃ الاخفاء او ما فی حکمہ من الادغام بالغنۃ فان مخرج ھذین الحرفین یتحول فی ھذہ الحالۃ عن مخرجہما الاصلی علی القول الصحیح کما یتحول مخرج حروف المد من مخرجہا الی الجوف علی الصواب پھر آگے احکام النون الساکنۃ والتنوین کی تنبیہات میں لکھتے ہیں الاول مخرج النون والتنوین مع حروف الاخفاء الخمسۃ عشر من الخیشوم فقط ولا حظ لہما معھن فی الفم لانہ لا عمل للسان فیہما کعملہ فیہما مع ما یظہران ویدغمان بغنۃ اس سے معلوم ہوا نفی قید کی ہے مطلق عمل کی نہیں یعنی اظہار اور ادغام بالغنہ میں جو عمل ہے وہ نون مخفی میں نہیں۔ اب اگر تحول کے معنیٰ انتقال اور تبدل کے مراد ہوں تو لا عمل کعملہ مع ما یدغمان بغنۃ اس کے معارض ہوگا (باقی صفحہ آئندہ پر)

(باقی از صفحہ گذشتہ) لہٰذا مراد تحول سے توجہ و میلان ہے اس طرح پر کہ محول عنہ و محول الیہ دو لوں کو دخل ہے مگر نون خفیفہ میں بہ نسبت نون مشدّد کے لسان کو بہت کم دخل ہے۔ بخلاف نون مشدّد و مدغم بالغنہ و میم مشدد و مخفاۃ کے کہ ان میں لسان و شفت کو زیادہ دخل و عمل ہے۔ ایک بات اور یہاں سے ظاہر ہوتی ہے کہ نون مخفی میں لسان کو ایسا عمل بھی نہ ہو جیسا کہ نون میم مشدّد میں ہوتا ہے۔ اور نہ مابعد کے حرف کے مخرج پر اعتماد ہو جیسا کہ (وٓ۔ یآ۔ لٓ۔ رٓ) میں بحالت ادغام بالغنہ اعتماد ہوتا ہے کیونکہ ان حرفوں میں ادغام بالغنہ کی صورت یہ ہے کہ نون کے مابعد کے حرف سے بدل کر اول حرف کو اس کے مخرج سے مع صوتِ خیشومی کے ادا کریں۔ اسی وجہ سے اس نون کو جو (یآ وٓ لٓ رٓ) میں مدغم بالغنہ ہوتا ہے اس کو حرف کے ساتھ کسی نے تعبیر نہیں کیا کیونکہ یہاں ذات نونٓ بالکل منعدم ہو گئی ہے اور نہ اصلی مخرج سے کچھ تعلق رہا ہے۔ صرف غنہ باقی ہے جس کا محل خیشوم ہے بخلاف نون مخفی کے کہ اس کی تعریف یہ کی جاتی ہے حرف خفی یخرج من الخیشوم ولا عمل للسان فیہ ولا شائبۃ حرف اٰخر فیہ اب امام جزری رحؒ کے قول سے بھی ثابت ہو گیا کہ نون مخفی میں لسان کو بھی کچھ دخل ہے۔ نہایۃ القول المفید میں نشر سے زیادہ صاف مطلب نکلتا ہے پہلے لکھا ہے کہ خیشوم مخرج ہے نون۔ میم غیر مظہرہ کا پھر لکھتے ہیں کہ لا یقال لابد من عمل للسان فی النون، والشفتین فی المیم مطلقاً حتیٰ فی حالۃ الاخفاء والادغام بغنّۃ وکذا للخیشوم عمل حتی فی حالۃ الاظہار والتحریک فلمٰ ہٰذا التخصیص لانہم نظروا للاغلب فحکموا لہٗ بانہٗ المخرج فلما کان الاغلب فی حالۃ اخفائہما وادغامہما بغنۃ عمل الخیشوم جعلوہ مخرجہما حینئذٍ وان عمل اللسان والشفتان ایضاً ولما کان الاغلب فی حالۃ التحرک والاظہار عمل اللسان والشفتین جعلوہما المخرج وان عمل الخیشوم حینئذٍ ایضاً الخ رابعؔ غنہ اور اخفاء سے غرض تحسین لفظ اور جو ثقل ترکیب حرف سے پیدا ہو اس کی تخفیف مقصود ہوتی ہے اور ایسے اخفاء سے کہ جس میں لسان کو ذرہ بھر تعلق نہ ہو محال نہیں تو متعسر ضرور ہے اور صوت بھی کریہ ہو جاتی ہے اگر کچھ بنا کر تکلف سے ادا کیا جائے۔ حاصل یہ ہے کہ نون مخفاۃ کے ادا کرتے وقت زبان حنک سے قریب متصل ہو گی مگر اتصال نہایت ضعیف ہو گا۔ ۱۲ منہ
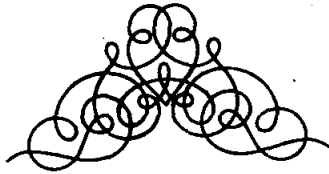
تیسری فصل صفات کے بیان میں

جہر کے معنی شدت[1] اور زور سے پڑھنے کے ہیں، اس کی ضد ہمس ہے یعنی نرمی[2] کے ساتھ پڑھنا اور اس کے دس حرف ہیں جن کا مجموعہ (فحثہ شخص سکت) ہے، ان حروف کے ماسوا سب مجہورہ ہیں۔

شدیدہ کے آٹھ حرف ہیں جن کا مجموعہ (اجد قط بکت) ہے، ان کے سکون[3] کے وقت آواز رک جاتی ہے۔

پانچ حروف متوسطہ ہیں جن کا مجموعہ (لن عمر) ہے ان میں بالکل آواز بند نہیں ہوتی۔

باقی حروف ماسوا شدیدہ اور متوسطہ کے سب رخوہ ہیں یعنی ان کی آواز جاری ہو سکتی ہے (خُصَّ ضَغْطٍ قِظْ) یہ حروف متصف ہیں ساتھ استعلاء کے یعنی ان کے ادا کرتے وقت

---

[1] اس شدت سے مراد بلندی اور شدت نفس ہے یعنی جہر کے ادا کرتے وقت مخرج میں سانس اتنی قوت سے ٹھہرتی ہے کہ آواز بلند ہو جاتی ہے، اور صفت شدت میں شدتِ صوت ہوتا ہے یعنی اس کے ادا میں آواز مخرج میں اتنی قوت سے ٹھہرتی ہے کہ فوراً بند ہو جاتی ہے جیسے حرج کی جیم ۱۲ ابن ضیاء

[2] یعنی ہمس کے ادا کرتے وقت جریانِ نفس کی وجہ سے آواز میں جو پستی ہے اس کو نرمی سے تعبیر کیا ہے کیونکہ جہر میں بلندی ہوتی ہے۔ پس اس ضد میں پستی ہوگی جیسے صف کی فا چنانچہ کاف تاء میں نرمی نہیں ہے بلکہ بوجہ شدت سختی ہے اور شدت کی ضد رخوہ کے ادا میں نرمی ہے اور جریانِ صوت کی وجہ سے ضعف ہے اس سے ہمس اور رخو کا فرق بھی ظاہر ہو گیا ۱۲ ابن ضیاء

[3] چونکہ متحرک کی صورت میں بوجہ حرکت رکنا معلوم نہیں ہوتا اس لئے سکون کی قید لگائی ورنہ صفات لازمہ کے لئے کسی قید کی ضرورت نہیں تھی حروف چاہے متحرک ہوں یا ساکن جو صفات لازمہ ہیں وہ ہر حال میں پائے جائیں گے۔ سکون کی قید سے اس کا عارض سمجھنا غلطی ہے، حروف شدیدہ جب متحرک ہوتے ہیں، تو جس قدر آواز جاری ہوتی ہے وہ حرکت کی ہوتی ہے ۱۲ ابن ضیاء

اکثر حصہ[1] زبان کا تالو کی طرف بلند ہو جاتا ہے۔
ان کے ماسوا سب حروف استفال کے ساتھ متصف ہیں، ان کے ادا کرتے وقت اکثر حصہ زبان کا بلند نہ ہوگا۔
(صطظض) یہ حروف متصف ہیں ساتھ اطباق کے[2] یعنی ان کے ادا کرتے وقت اکثر حصہ زبان کا تالو سے مل جاتا ہے۔
ان چار حرفوں کے سوا باقی حروف انفتاح سے متصف ہیں یعنی ان کے ادا کرتے وقت اکثر زبان تالو سے ملتی نہیں۔
یہ صفات جو ذکر کیے گئے ہیں متضادہ ہیں، جہر کی ضد ہمس ہے اور رخو کی ضد شدت ہے اور استعلاء کی ضد استفال ہے اور اطباق کی ضد انفتاح ہے تو ہر حرف چار صفتوں کے ساتھ ضرور متصف ہوگا۔ باقی صفات کی ضد نہیں ہے۔
قلقلہ کے پانچ حرف ہیں جن کا مجموعہ (قُطْبُ جَدٍّ) ہے مگر قاف میں قلقلہ واجب[3] باقی چار حرف میں جائز[4] ہے، قلقلہ کے معنی مخرج میں جنبش دینا سختی کے ساتھ۔ (ر) میں صفت تکرار کی ہے مگر اس سے جہاں تک ممکن ہو احتراز کرنا چاہیے۔ (س) میں صفت تفشی ہے یعنی

---

[1] اس سے مراد جڑ زبان ہے چنانچہ اس کے بعد کا حصہ تالو سے جدا رہتا ہے جیسے خالق کی خا بخلاف صفت اطباق کے کہ اس کے ادا کرتے وقت اکثر حصہ زبان کا تالو سے مل جاتا ہے جیسے طال کی طا، اس وجہ سے تفخیم استعلاء سے تفخیم اطباق بڑھی ہوئی ہے ۱۲ ابن ضیاء

[2] انفتاح اور استفال کے ادا میں یہ فرق ہے کہ استفال تفخیم کو مانع ہے اور انفتاح کمالِ تفخیم کو مانع ہے پس ہر مستفلہ منفتحہ ہے لیکن ہر منفتحہ مستفلہ نہیں جیسے غین خا، قاف ۱۲ ابن ضیاء

[3] یعنی قاف میں قلقلہ بالاتفاق معتبر ہے کیونکہ بہ نسبت حروف طب جد کے قاف میں بوجہ استعلاء و قوت شدۃ بہت زیادہ ظاہر ہے ۱۲ ابن ضیاء

[4] جائز بمعنی اختیار نہیں بلکہ بمعنی اختلاف ہے کیونکہ بہ نسبت قاف کے حروف طب جد میں قلقلہ کم ہے جیسا کہ صاحب الرعایہ کی عبارت سے ظاہر ہے فرماتے ہیں قلقلۃ القاف اکمل من قلقلۃ غیرہ لشدۃ ضغطہ پس اس کمی اور ضعف کی طرف کسی نے توجہ کی اور حروف طب جد میں قلقلہ کا اعتبار کیا اور کسی نے اس ضعف کی طرف توجہ نہ کی اس وجہ سے قلقلہ کا اعتبار نہ کیا لیکن حروف طب جد میں قلقلہ کی نفی کسی قول سے ثابت نہیں لہٰذا جائز کی وجہ سے اس کو عارض (باقی حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

مُنہ میں صوت پھیلتی ہے اور (ض) میں صفت استطالہ[ك] ہے اور (ص س) حروف صفیر کہلاتے ہیں (ن م) میں ایک صفت یہ بھی ہے کہ ناک میں آواز جاتی ہے اور کسی حرف میں یہ صفت نہیں ہے اوران صفاتِ متضادہ سے چار صفتیں یعنی جہر شدت استعلاء اطباق قویہ ہیں باقی ضعیف ہیں اور صفات غیر متضادہ سب قویہ ہیں تو ہر حرف میں جتنی صفتیں قوت کی ہوں گی اُتنا ہی حرف قوی ہوگا اور جتنی صفتیں ضعف کی ہوں گی اُتنا ہی ضعیف ہوگا۔

حروف کی باعتبار قوت اور ضعف پانچ قسمیں ہیں۔ قوی۔ اقوی۔ متوسط۔ ضعیف۔ اضعف۔ (ج د ص غ ر ب) قوی ہیں (ط ض ظ ق) اقویٰ ہیں اور (ء ا ن ت خ ذ ع ك) متوسط ہیں اور (س ش ل د ی) ضعیف ہیں اور (ث ح ن م ف ہ) اضعف ہیں۔

(فائدہ) ہمزہ میں شدت اور جہر کی وجہ سے کسی قدر سختی ہے مگر نہ اس قدر کہ ناف ہل جائے۔ ناف سے حروف کو کچھ علاقہ ہی نہیں۔

(فائدہ)۔ (ف ہ) یہ دونوں حرف اضعف الحروف ہیں نہایت ہی نرمی سے ادا ہونا چاہیے۔

(فائدہ) حرف (ع ح) کے ادا کرتے وقت گلا نہ گھونٹا جائے بلکہ وسط حلق سے نہایت لطافت سے بلا تکلف نکالنا چاہیے۔

(باقی حاشیہ از صفحہ گذشتہ) سمجھنا یا کبھی ادا کرنا کبھی نہ ادا کرنا جائز نہیں ہاں اگر سماعت میں اختلاف ہوگا تو اسی ضعف پر محمول کیا جائیگا ۱۲ ابن ضیاء

ھ یعنی بجائے ایک راء کے کئی راء نہ ہونے پائے اس کے ادا کرتے وقت زبان کو لرزنے سے بچانا چاہیئے اور اس کی آسان ترکیب یہ ہے کہ اس کی صفت توسط کو صحیح طور پر ادا کیا جائے یعنی راء کو ادا کرتے وقت نہ اتنی سختی ہو کہ بجائے ایک راء کے کئی راء ہو جائیں اور نہ اتنی نرمی ہو کہ بجائے راء کے واو ہو جائے نہایت میانہ روی سے راء کو ادا کریں تاکہ صفت توسط اور تکریر بھی ادا ہو جائے ۱۲ ابن ضیاء۔ (حاشیہ متعلق صفحہ ہذا)

ك یعنی ضاد کے ادا کرتے وقت آواز مخرج میں دراز ہوگی اسی کا نام صفت استطالہ ہے اس کی صحت کا معیار یہ ہے کہ اگر دال کی آواز معلوم ہو تو سمجھنا چاہیئے کہ صفت استطالت نہیں ادا ہوئی کیونکہ دال میں بوجہ شدت حبس صوت ہے جو مانع استطالت ہے ہاں اگر ظاء کی طرح آواز معلوم ہو تو اس وقت اس صفت کا ادا ہونا ممکن ہے جب کہ نوک زبان ظاء کی مخرج سے بالکل جُدا رہے حرف ضاد کو ظاء سے مشابہت تامہ ہے چنانچہ صاحب الرعایہ فرماتے ہیں ولم یختلفا فی السمع لیکن یہ دلیل تشابہ کی ہے اس میں عینیت نہ ہونا چاہیئے ورنہ لحن جلی لازم آئے گا ۱۲ ابن ضیاء (صفحہ ہذا کا بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۱۷ پر ملاحظہ فرمائیں)

چوتھی فصل ہر حرف کی صفات لازمہ کے بیان میں

نمبر شمار	حروف تہجی	اسماء صفات لازمہ	نمبر شمار	حروف تہجی	اسماء صفات لازمہ	نمبر شمار	حروف تہجی	اسماء صفات لازمہ
۱	ا	مجہور۔ رخو۔ مستفل۔ منفتح۔ مدّہ مفخم یا مرقق[۵۱]	۱۱	ز	مجہور۔ رخو۔ مستفل منفتح صفیر	۲۰	ف	مہموس۔ رخو۔ مستفل۔ منفتح
۲	ب	مجہور۔ شدید۔ مستفل۔ منفتح مقلقل	۱۲	س	مہموس۔ رخو۔ مستفل منفتح۔ صفیر	۲۱	ق	مجہور۔ شدید۔ مستعل منفتح۔ مقلقل مفخم
۳	ت	مہموس۔ شدید۔ مستفل منفتح	۱۳	ش	مہموس۔ رخو۔ مستفل منفتح۔ تفشی	۲۲	ک	مہموس۔ شدید۔ مستفل۔ منفتح
۴	ث	مہموس۔ رخو۔ مستفل۔ منفتح	۱۴	ص	مہموس۔ رخو۔ مستعل۔ مطبق۔ صفیر۔ مفخم	۲۳	ل	مجہور۔ متوسط۔ مستفل منفتح۔ مرقق یا مفخم
۵	ج	مجہور۔ شدید۔ مستفل۔ منفتح مقلقل				۲۴	م	مجہور۔ متوسط۔ مستفل منفتح۔ غنہ۔
۶	ح	مہموس۔ رخو۔ مستفل۔ منفتح	۱۵	ض	مجہور۔ رخو۔ مستعل۔ مطبق مستطیل۔ مفخم			
۷	خ	مہموس۔ رخو۔ مستعل۔ منفتح مفخم				۲۵	ن	مجہور۔ متوسط۔ مستفل۔ منفتح غنہ
۸	د	مجہور۔ شدید۔ مستفل۔ منفتح۔ مقلقل۔	۱۶	ط	مجہور۔ شدید۔ مستعل۔ مطبق۔ مقلقل۔ مفخم	۲۶	و	مجہور۔ رخو۔ مستفل۔ منفتح مدّہ یا لین
۹	ذ	مجہور۔ رخو۔ مستفل۔ منفتح	۱۷	ظ	مجہور۔ رخو۔ مستعل۔ مطبق۔ مفخم	۲۷	ہ	مہموس۔ رخو۔ مستفل۔ منفتح
۱۰	ر	مجہور۔ متوسط۔ مستفل۔ منفتح تکرار۔ مفخم یا مرقق	۱۸	ع	مجہور۔ متوسط۔ مستفل۔ منفتح	۲۸	ء	مجہور۔ شدید۔ مستفل۔ منفتح
			۱۹	غ	مجہور۔ رخو۔ مستعل۔ منفتح مفخم۔	۲۹	ی	مجہور۔ رخو۔ مستفل۔ منفتح۔ مدّہ یا لین

(بقیہ حاشیہ از صفحہ نمبر ۱۶) ۵۲؎ جس کو صفت غنہ کہتے ہیں یہ غنہ اظہار کی حالت میں بھی پایا جائے گا بخلاف حرف غنہ کے کہ یہ صرف اخفاء اور ادغام ناقص میں بقدر ایک الف ادا ہوگا کما تقدم فی المخرج ۱۲ ابن ضیاء

(حاشیہ متعلقہ صفحہ ہذا) ۵۱؎ اگرچہ تفخیم اور ترقیق صفت عارض ہے لیکن ان میں سے حرف کے لیے کوئی نہ کوئی اصل اور لازم ضرور ہے اسی وجہ سے حرف تردید کے ساتھ بیان فرمایا پس چونکہ بعض کے نزدیک تفخیم عارض ہے تو ترقیق اصل ہوا اور بعض کے نزدیک ترقیق عارض ہوا تو تفخیم اصل ہوا اور اصل بمنزلہ لازم ہے اس لیے تفخیم ترقیق کو صفات لازمہ کے نقشہ میں بیان فرمایا تاکہ دونوں قول کا علم ہو جائے ۔۱۲ ابن ضیاء

پانچویں فصل صفاتِ ممیّزہ کے بیان میں

حروف اگر صفاتِ لازمہ میں مشترک ہوں تو مخرج سے ممتاز ہوتے ہیں اور اگر مخرج میں متحد ہوں تو صفتِ لازمہ منفردہ[2] سے ممتاز ہوتے ہیں جن حرفوں میں تمایز بالمخرج ہے اُن کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں، البتہ حروفِ متحدہ فی المخرج کے بیان کرنے کی ضرورت ہے۔ (ا ع ہ) میں الف ممتاز ہے مدّیت میں اور (ع) ممتاز ہے (ہ) سے جہر اور شدت میں باقی صفات میں یہ دونوں متحد ہیں۔ (ع ح) ح میں ہمس اور رخاوت ہے ع میں جہر و توسط باقی میں اتحاد۔ (غ خ) خ میں جہر ہے باقی میں اتحاد (ج ش ی) ج میں شدت ہے ش میں ہمس و تفشی ہے باقی استفال و انفتاح میں تینوں مشترک ہیں اور جہر میں (ج ی) اور رخاوت میں (ش ی) مشترک ہیں (ط د ت) شدت میں اشتراک اور (ط د) جہر میں بھی مشترک ہیں اور (ت د) استفال و انفتاح میں مشترک ہیں اور (ط) میں اطباق استعلاء ہے اور (ت) میں ہمس ہے۔ (ظ ذ ث) کا رخاوت میں اشتراک ہے اور (ظ ذ) جہر میں اور (ذ ث) استفال انفتاح میں مشترک ہیں اور (ظ) ممیزہ صفت استعلاء، اطباق ہے اور (ذ ث) میں صفت ممیزہ جہر ہمس ہے (ص ز س) رخاوت صفیر میں مشترک اور (ص س) ہمس میں اور (ز س) استفال انفتاح میں مشترک ہیں اور (ص) میں صفت ممیزہ استعلاء اطباق اور (ز س) میں جہر ہمس ہے (ل ن ر) جہر توسط استفال انفتاح میں مشترک ہیں اور (ل ر) انحراف[3] میں مشترک

---

[1] مشتبہ الصوت حرف یا ایک مخرج کے حرفوں میں جن صفات لازمہ سے امتیاز ہوتا ہے ان کو ممیزہ بقیہ صفات لازمہ کو غیر ممیزہ کہتے ہیں ۱۲ ابن ضیاء

[2] اس سے مراد صفات لازمہ غیر متضادہ ہے مثلاً بر بنائے مذہب فراء لام را، مخرج میں متحد ہیں اور صفات لازمہ متضادہ میں مشترک ہیں اس صورت میں لام سے را کو صفت لازمہ منفردہ یعنی غیر متضادہ تکریر سے امتیاز ہوا اس طرح لام نون صفات لازمہ متضادہ اور مخرج میں متحد ہیں اس وقت لام سے نون کو صفت لازمہ غیر متضادہ غنہ سے امتیاز ہوا اور عین حا اگرچہ مخرج میں متحد ہیں لیکن صفات لازمہ متضادہ میں سے جہر اور توسط کی وجہ سے عین کو حا سے امتیاز ہے اس وجہ سے اس پر صفت لازمہ منفردہ کا اطلاق صحیح نہیں کیونکہ دو صفتوں کی وجہ سے امتیاز ہوا ۱۲ ابن ضیاء

[3] یعنی منحرف ہونا پھرنا صفات لازمہ میں سے یہ بھی ایک صفت ہے جو لام را، دونوں میں پائی جاتی ہے اس طرح (باقی آئندہ صفحہ پر)

ہے اور ان میں تمایز مخرج سے ہے اسی واسطے سیبویہ اور خلیل نے ان کا مخرج الگ ترتیب وار رکھا ہے اور فراء نے قرب کا لحاظ کر کے ایک مخرج بیان کیا ہے دوسرے یہ کہ (ن) میں غنّہ ہے اور (ر) میں تکرار (و ب م) جہر استفال انفتاح میں مشترک اور (و) کے ادا کرتے وقت شفتین میں کسی قدر انفتاح رہتا ہے، اس وجہ سے اپنے مجانسوں سے ممتاز ہو جاتا ہے گویا اس میں بھی تمایز بالمخرج ہے اور (ب) میں شدت اور قلقلہ اور (م) میں توسط اور غنّہ ممیزہ ہے اور (ض ظ) میں جہر رخاوت استعلاء اطباق ہے اور (ض) میں استطالہ ہے اور ممیز مخرج ہے مگر اشتراک صفات ذاتیہ کی وجہ سے فرق کرنا اور ایک دوسرے سے ممتاز کرنا ماہرین کا کام ہے اور ماہر کے فرق کو بھی ماہر ہی خوب سمجھتا ہے ؎

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) کہ لام کے ادا کرتے وقت آواز راء کی مخرج کی طرف پھرتی ہے اور راء کے ادا کرتے وقت آواز لام کے مخرج کی طرف پھرتی ہے کیونکہ تحقیق یہی ہے کہ ہر حرف کا مخرج جداگانہ ہے۔ لیکن فراء نے بوجہ شدت قرب دونوں کا ایک ہی مخرج بیان کیا ہے ۱۲ ابن ضیاء

؎ (فائدہ) حرف ضاد ضعیف کو ابن الحاجبؒ نے جو کہ امام شاطبیؒ کے شاگرد ہیں شافیہ میں حروف مستہجنہ سے لکھا ہے اور امام رضیؒ اس کی شرح میں لکھتے ہیں قال السیرافی انہا فی لغۃ قوم لیس فی لغتہم ضاد فاذا احتاجوا الی التکلم بہا فی العربیۃ اعتاصت علیہم فربما اخرجوہا ظاء لاخراجہم ایاہا من طرف اللسان واطراف الثنایا وربما تکلفوا اخراجہا من مخرج الضاد فلم یتأت لہم فخرجت بین الضاد والظاء شافیہ اور اس کی شرح سے بعض متاخرین نیز روافض و غیر مقلدین کی تردید ہو گئی جو کہ قائل ہیں کہ ظاء و ضاد میں اشتراک صفات ذاتیہ کی وجہ سے حرف ضاد مثل ظاء کے مسموع ہوتا ہے بلکہ ان میں فرق کرنا نہایت دشوار ہے لہٰذا اگر ضاد کی جگہ ظاء پڑھی جائے تو کچھ حرج نہیں کیونکہ اشتراک کو تشابہ لازم نہیں اس واسطے کہ جیم و دال بھی جمیع صفات میں مشترک ہیں مگر تخالف مخرج کی وجہ سے دونوں کی صوت میں بالکل تباین ہے اصلاً تشابہ نہیں اور ضاد و ظاء میں تخالف مخرج موجود ہے مگر چونکہ مخرج ضاد کا اکثر حافۂ لسان مع اضراس اور مخرج ظاء کا طرف لسان مع طرف ثنایا علیا ہے اور پھر ان دونوں حرفوں میں استعلاء اطباق ہے اس وجہ سے ان میں تقارب ہو گیا پھر صفت رخاوت کی وجہ سے ان میں تشابہ صوتی پیدا ہو گیا یہ وجہ ہے تشابہ کی بخلاف جیم و دال کے کہ ان میں یہ وجوہ نہیں اب تشابہ ضاد و ظاء میں ثابت ہو گیا مگر ایسا تشابہ کہ حرف ضاد قریب حرف ظاء کے مسموع ہو اس طرح کا تشابہ ممنوع ہے اسی کو ابن حاجب اور رضیؒ نے مستہجن لکھا ہے کیونکہ باعث تشابہ صفت رخوت ہے اور یہ صفت ضاد میں بہ نسبت ظاء کے ضعیف ہو گئی ہے اس واسطے کہ ضاد (بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

باب دُوسرا

پہلی فصل تفخیم اور ترقیق کے بیان میں

حروف مستعلیہ ہمیشہ ہر حال میں پُر پڑھے جائیں گے اور حروف مستفلہ سب باریک پڑھے جاتے ہیں۔ مگر الف اور اللہ کا لام اور ر کہیں باریک اور کہیں پُر ہوتے ہیں، الف کے پہلے پُر حرف ہوگا تو الف بھی پُر ہوگا اور اس کے پہلے کا حرف باریک ہوگا تو الف بھی باریک ہوگا اور اللہ کے لام

(باقی حاشیہ از صفحہ گذشتہ) میں صفت اطباق کی بہ نسبت ظاء کے قوی ہے اور لا محالہ جتنی صفت اطباق قوی ہوگی اتنی ہی صفت رخاوت میں ضعف پیدا ہوگا کیونکہ اطباق محکم منافی رخاوت ہے دوسری وجہ ضعف رخاوت یہ ہے کہ ضاد کا مخرج مجریٔ صوت وہوا سے ایک کنارے واقع ہوا ہے بخلاف مخرج ظاء کے کہ وہ محاذات میں واقع ہے اسی وجہ سے ظاء میں رخاوت قوی ہے اور جب رخاوت قوی ہوئی تو لا محالہ اطباق ضعیف ہوگا، ماحصل یہ کہ جب ضاد کو اپنے مخرج سے مع جمیع صفات ادا کیا جائے گا تو اس وقت اس کی صوت اہل عرب کی ضاد کی صوت سے جو آج کل مروج ہے مشابہ ہوگی اور ظاء کے ساتھ بھی تشابہ ہوگا مگر کم درجہ میں اس واسطے کہ ضاد میں اطباق وتفخیم بہ نسبت ظاء کے زیادہ ہے کیونکہ رخاوت ظاء کی بہ نسبت ضاد کے قوی ہے اور رخاوت واطباق میں تقابل ہے ایک قوی ہوگی دوسری ضعیف ہوگی۔ اب اگر ضاد میں صفت رخاوت زیادہ ہوجائے گی تو مشبہ بظاء ہوجائے گا۔ اور اسی کو صاحب شافیہ اور رضی نے مستہجن لکھا ہے اور اگر اطباق قوی ادا کیا جائے گا مع رخاوت کے تو اشبہ بضاد مروج بین العرب ادا ہوگا اور کسی قدر ظاء کے ساتھ بھی مشابہ ہوگا۔ بعض کتب تفسیر وتجوید میں جو ضاد وظاء کو متشابہ الصوت لکھا ہے اس سے یہی مراد ہے نہ یہ کہ ظاء مسموع ہو اب تعارض بھی نہیں رہا۔ اب سوال یہ ہوتا ہے کہ بعض قراء عجم اہل عرب کو کہتے ہیں کہ ضاد کی جگہ دال مفخم پڑھتے ہیں جواب یہ ہے کہ دال مفخم کوئی حرف ہی نہیں اس واسطے کہ دال کی صفت ذاتی استفال انفتاح اور مخرج طرف لسان اور جڑ ثنایا علیا ہے اور اہل عرب ضاد کو اپنے مخرج مع استعلاء اطباق کے عموماً ادا کرتے ہیں اور ایک حرف دوسرے مخرج مباین سے ادا ہی نہیں ہوتا اور جب صفات ذاتیہ بھی بدل گئیں تو دال اسے نہیں کہہ سکتے اصل میں وہ ضاد ہے مگر صفت رخاوت جو قلت اور ضعف کے ساتھ اس میں پائی جاتی تھی وہ اکثر عرب سے شاید ادا نہ ہوتی ہو فایۃ ما فی الباب یہ لحن خفی ہوگا اور ظاء خالص پڑھنا اور دال خالص یا دال کو اپنے مخرج سے پُر کرکے پڑھنا یہ لحن جلی ہے کیونکہ پہلی صورت میں صرف ایک صفت جو کہ نہایت کمزور درجہ میں تھی اس کا ابدال یا انعدام ہوا ہے (باقی ص ٢١ پر ملاحظہ ہو)

[1] دیکھو آئندہ صفحہ پر ملاحظہ

سے پہلے زبر ہو یا پیش ہو تو پُر[1] ہو گا مثل (وَاللّٰهُ اَللّٰهُ رَفَعَهُ اللّٰهُ) اگر اس سے پہلے زیر ہو تو باریک
ہو گا مثل (لِلّٰهِ) (ر) متحرک ہو گی یا ساکن اگر متحرک ہے تو فتحہ اور ضمہ کی حالت میں پُر ہو گی اور
کسرہ کی حالت میں باریک مثل (رَعْدٌ رُزِقُوْا رِزْقًا) اور اگر (ر) ساکن ہے تو اس کا ماقبل
متحرک ہو گا یا ساکن اگر ماقبل متحرک ہے تو فتحہ اور ضمہ کی حالت میں پُر ہو گی اور کسرہ کی حالت میں
باریک ہو گی مثل (یُرْزَقُوْنَ بَرْقٌ شِرْعَةً) مگر جب (ر) ساکن کے ماقبل کسرہ دوسرے کلمہ میں
ہو مثل (رَبِّ ارْجِعُوْنِ) یا کسرہ عارضی ہو مثل (اَمِ ارْتَابُوْا۔ اِنِ ارْتَبْتُمْ) یا (ر) ساکن کے
بعد حرفِ استعلاء کا اسی کلمہ میں ہو جس کلمہ میں (ر) ہے تو یہ (ر) باریک نہ ہو گی بلکہ پُر
ہو گی مثل (قِرْطَاسٌ فِرْقَةٌ) اور (فِرْقٍ) میں خلف[2] ہے اور اگر (ر) موقوفہ بالاسکان یا بالاشمام[3]
کے ماقبل سوائے (ی) کے اور کوئی حرف ساکن ہو تو اس کا ماقبل دیکھا جائے گا۔ اگر مفتوح یا
مضموم ہے تو (ر) پُر ہو گی مثل (قَدْرٌ اُمُوْرٌ) اور اگر مکسور ہے تو (ر) باریک ہو گی مثل (حِجْرٌ)

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) باقی صورتوں میں ابدال حرف بحرف آخر لازم آتا ہے واللہ اعلم بالصواب ۱۲ منہ

[1] یعنی حرف مستعلیہ کسی حرف مرقق کے اثر سے بھی باریک نہیں ہوتا جیسے وسیق بخلاف حرف مستفلہ مثل را وغیرہ کے جیسے فرقۃ کہ باوجود مستفلہ اور ماقبل کسرہ لازمہ کے محض حرف مفخم کے اثر سے را پُر ہو گی ۱۲ ابن ضیاء

[2] یعنی حرف مستعلیہ کسی حرکت کے اثر سے بھی باریک نہیں ہوتا مثل ظل وغیرہ کے بخلاف حرف مستفلہ مثل لام وغیرہ کے جیسے اللھم اور رب رُبما کہ زبر اور پیش کے اثر سے پُر ہو گیا ۱۲ ابن ضیاء

(حاشیہ متعلقہ صفحہ ہذا) [1] یعنی لفظ اللہ کے دونوں لام پُر ہوں گے اور ماقبل زیر ہو تو دونوں لام باریک ہوں گے ۱۲ ابن ضیاء

[2] یعنی کلّ فرقٍ میں پُر اور باریک دونوں جائز ہیں خلف کا اطلاق دو متضاد وجہوں پر ہوتا ہے پس اگر یہ دو وجہیں کل قراء سے ثابت ہوں تو خلف جائز ہے ورنہ خلف واجب۔ لیکن خلف جائز میں دونوں وجہیں بسبیل تخییر ہوتی ہیں۔ یہ بات خلف واجب میں نہیں ہے یہاں لفظ فرق میں خلف جائز ہے اس میں خلف جائز ہونے کی وجہ علامہ جزری بیان فرماتے ہیں ؎ والخلف فی فرق لکسر یوجد ؛ یعنی کسرہ کی وجہ سے فرق میں خلف پایا گیا ورنہ اگر را ساکن بین الکسرتین واقع نہ ہوتی تو پُر ہونے کے بارے میں اختلاف نہ ہوتا جیسے فرقۃ لیکن کل فرق کے قاف کا کسرہ بوجہ وقف زائل ہو جائے جب بھی دونوں وجہیں جائز ہیں چاہے پُر پڑھی جائے یا باریک اس لیئے کہ کسرہ لازمی ہے اور وقف عارضی ہے ۱۲ ابن ضیاء

[3] یعنی موقوف علیہ مضموم کو ساکن کرکے ہونٹوں سے ضمہ کی طرف اشارہ کرنا ۱۲ ابن ضیاء

کے اگر ساکن (ی) ہو تو باریک ہو گی جیسے (خَیْرٌ ضَیْرٌ خَبِیْرٌ قَدِیْرٌ)۔ (۲) مرامہ یعنی موقوفہ بالروم[1] اپنی حرکت کے موافق پڑھی جائے گی اور (۳) ممالہ[2] باریک ہی پڑھی جائے گی مثل (مَجْرِیٖھَا) (فائدہ) رار مشدّد حکم میں ایک رار کے ہوتی ہے جیسی حرکت ہو گی اسی کے موافق پڑھی جائے گی پہلی دوسری کی تابع[3] ہو گی۔

(فائدہ) حروف مفخمہ میں تفخیم ایسی افراط سے نہ کی جائے کہ وہ حرف مشدّد سنائی دے یا کسرہ مشابہ فتحہ کے یا فتحہ مشابہ ضمہ کے، یا مفخم حرف کے بعد الف ہے تو وہ (واؤ) کی طرح ہو جائے، تفخیم میں مراتب ہیں۔ حرف مفخم مفتوح جس کے بعد الف ہو تو اس کی تفخیم اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے مثل (طَآلَ) اس کے بعد مفتوح جو الف کے قبل نہ ہو مثل (انطلقوا) اس کے بعد مضموم مثل (مُحِيْطٌ) اس کے بعد مکسور مثل (ظِلَالٍ قِرْطَاسٍ) اور ساکن مفخم ماقبل کی حرکت کے تابع ہے مثل (يَقْطَعُوْنَ يُرْزَقُوْنَ مِرْصَادًا) اب معلوم ہوا کہ حرف مفخم کے فتحہ کو مانند ضمہ کے اور اس کے مابعد کے الف کو مانند (واو) کے پڑھنا بالکل خلاف اصل ہے۔ ایسا ہی حرف مرقق کے فتحہ کو اس قدر مرقق کرنا کہ مانند امالہ صغریٰ[4] کے ہو جاوے یہ خلافِ قاعدہ ہے، یہ افراط و تفریط کلامِ عرب میں نہیں ہے، یہ اہلِ عجم کا طریقہ ہے۔

---

[1] یعنی موقوف علیہ مضموم اور مکسور کی حرکت کو ضعیف اور خفیف کرنا مگر اس صورت میں حرکت کو قریب سُننے والا صاف محسوس کر سکے یعنی حرکت مہمل نہ ہونے پائے جس سے ضمہ کسرہ کے مشابہ یا کسرہ ضمہ کے مشابہ ہو جائے یہ سخت غلطی ہے اکثر خیال نہ کرنے سے یہ غلطی ہو جاتی ہے ۱۲ ابن ضیار

[2] یعنی جس رار میں امالہ کیا جائے امالہ کے وقت زبر زیر کی طرف اور الف یار کی طرف مائل ہو گا اسی زیر اور یار کے اثر سے رار ممالہ باریک ہو گی۔ ۱۲ ابن ضیار

[3] یہ حکم وصل کا ہے اور بحالت وقف دوسری پہلی کے تابع ہے جب کہ روم نہ کیا جائے جیسے مستقر اس لیئے کہ روم بوجہ اظہار حرکت حکم وصل کا رکھتا ہے ۱۲ ابن ضیار

[4] لفظ مجریٖھا میں جو امالہ ہوتا ہے اس کو امالہ کبریٰ کہتے ہیں اور امالہ کی ضد کو فتح کہتے ہیں پس فتح کو امالہ کی طرف مائل کرنے کو امالہ صغریٰ کہتے ہیں لیکن روایت حفص میں امالہ صغریٰ نہیں ہے ۱۲ ابن ضیار

دوسری فصل نون ساکن اور تنوین کے بیان میں

نون ساکن اور تنوین کے چار حال ہیں۔ اظہار۔ ادغام۔ قلب۔ اخفا۔ حرفِ حلقی نون ساکن اور تنوین کے بعد آوے تو اظہار ہوگا مثل (یَنْعِقُ عَذَابٌ اَلِیْمٌ) اور جب نون اور تنوین کے بعد (یَرْمَلُوْنَ) کے حرف سے کوئی حرف آوے تو ادغام ہوگا مگر (لام) (راء) میں ادغام بلاغنہ ہوگا اور ادغام بالغنہ بھی نون ساکن اور تنوین میں ثابت ہے مگر نون ساکن میں یہ شرط ہے کہ مقطوع یعنی مرسوم ہو اور اگر موصول ہے یعنی مرسوم نہیں ہے تو غنہ جائز نہیں باقی حروف میں بالغنہ ہوگا مثل (مَنْ یَّقُوْلُ مِنْ وَّالٍ هُدًى لِّلْمُتَّقِیْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ) چار لفظ یعنی (دُنْیَا قِنْوَانٌ بُنْیَانٌ صِنْوَانٌ) ان میں ادغام نہ ہوگا اظہار ہوگا۔ اور جب نون ساکن اور تنوین کے بعد (ب) آوے تو نون ساکن اور تنوین کو میم سے بدل کر اخفا مع الغنہ کریں گے مثل (مِنْۢ بَعْدِ صُمٌّۢ بُكْمٌ) باقی پندرہ حرفوں میں اخفا مع الغنہ ہوگا مثل (تُنْفِقُوْنَ اَنْدَادًا) وغیرہ کے۔

لہ اظہار کے معنی ہیں حرف کو مخرج اور جملہ صفات لازمہ سے ادا کرنا ۱۲ ابن ضیاء

ٹہ ادغام کے معنی پہلے حرف ساکن کو دوسرے حرف متحرک میں ملا کر مشدد پڑھنا ۱۲ ابن ضیاء

سہ مثل مِنْ لَدُنَّا وغیرہ کے اس کتاب میں روایت حفصؒ کے مسائل بطریق طیبہ بیان کیے گئے ہیں جو طریق شاطبیؒ کو بھی شامل ہے اس وجہ سے پہلے طریق شاطبیؒ کے مسائل بیان کیے گئے اس کے بعد لفظ بھی سے دوسرے طریق جزریؒ کی طرف اشارہ فرمایا وَقِسْ عَلٰی هٰذَا مَا بَعْدَهَا ۱۲ ابن ضیاء

سمہ یعنی لام سے پہلے نون لکھا ہو جیسے سورۂ ہود میں ثانی اَنْ لَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اللّٰهَ ۱۲ ابن ضیاء

ھہ جیسے سورۂ ہود میں پہلا اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اللّٰهَ ۱۲ ابن ضیاء

لہ اس قاعدہ کو قلب یا اقلاب کہتے ہیں ۱۲ ابن ضیاء

ٹہ یعنی نہ ایسا اظہارِ ذات ہو کہ نون سنائی دے اور نہ ایسا ادغام ہو کہ تشدید سنائی دے بلکہ دونوں کی درمیانی حالت سے اس طرح ادا کیا جاوے کہ سترِ ذات کامل ہو البتہ میم مخفاۃ اپنے مخرج سے ضعیف ادا ہوگی اسی وجہ سے اس کے اخفاء میں سترِ ذات کامل نہیں ہوتا ۱۲ ابن ضیاء

تیسری فصل میم ساکن کے بیان میں

میم ساکن کے تین حال ہیں (ادغام۔اخفار۔اظہار) میم ساکن کے بعد دوسری میم آدے تو ادغام ہوگا مثل (اَمْ مَّنْ) اور اگر میم ساکن کے بعد (ب) آدے تو اخفار ہوگا اور اظہار بھی جائز ہے بشرطیکہ میم منقلب[1] نون ساکن اور تنوین سے نہ ہو مثل (وَمَاهُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ) باقی حروف میں اظہار ہوگا مثل (عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ وَكَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ) کے۔

(فائدہ) بوف[2] کا قاعدہ جو مشہور ہے یعنی میم ساکن کے بعد (ب) آدے تو اخفار ہوگا اور (وف) آدے تو اظہار اس طرح کیا جادے کہ میم کے سکون میں حرکت کی بو آجائے، یہ اظہار بالکل بے اصل ہے بلکہ میم کا سکون بالکل تام ہونا چاہیئے، حرکت کی ہَوا[3] بھی نہ لگے۔

چوتھی فصل حرفِ غنّہ کے بیان میں

نون میم مشدد ہو تو غنہ ہوگا، ایسے ہی نون ساکن اور تنوین کے آگے سوائے حرف حلقی اور (لام را) کے جو حرف آئے گا غنہ ہوگا، ایسے ہی میم ساکن کے بعد (ب) آدے تو اخفار کی حالت میں غنہ ہوگا، غنہ کی مقدار ایک الف ہے۔

پانچویں فصل ہائے ضمیر کے بیان میں

ہائے ضمیر کے ماقبل کسرہ یا (یائے) ساکنہ ہو تو ہا ضمیر کی مکسور ہوگی مثل (بِهٖ اِلَيْهِ)

---

[1] یعنی میم نون سے بدل کر آئی ہو ۱۲ ابن ضیار

[2] چونکہ میم ساکن کا اخفار نزدیک بار واو فار کے زیادہ مشہور ہے اس لیئے لفظ مرکب کر کے بوف کے ساتھ اطلاق ہوتا ہے اگرچہ نزدیک واؤ اور فار کے اخفار جائز نہیں جیسا کہ علامہ جزری فرماتے ہیں واحذر لدی واو وفاء ان تختفی یعنی واو اور فار کے نزدیک میم ساکن آئے تو اخفار کرنے سے بچو ۱۲ ابن ضیار

[3] مثل ہُمْ فِيْهَا کے میم ساکن پر حرکت آجانے سے لحن جلی لازم آئے گا اور اگر خفیف اور ضعیف حرکت ظاہر ہوئی جس کو ہوا کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے تو لحن خفی لازم آئے گا ۱۲ ابن ضیار

کے مگر دو جگہ مضموم ہوگی (وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ) سورۂ کہف میں دوسرے (عَلَيْهُ اللّٰهَ) سورۂ فتح میں اور دو لفظ میں ساکن ہوگی ایک تو (اَرْجِهْ) اور دوسرا (فَاَلْقِهْ) اور جب ضمیر کے ماقبل نہ کسرہ ہو نہ یائے ساکنہ تو مضموم ہوگی مثل (لَهٗ رَسُوْلُهٗ مِنْهُ اَخَاهُ رَاَيْتُمُوْهُ) مگر (وَيَتَّقْهِ فَاُولٰئِكَ) میں مکسور ہوگی اور جب ہائے ضمیر کے ماقبل اور مابعد متحرک ہو تو ضمیر کی حرکت اشباع[1] کے ساتھ پڑھی جائے گی یعنی اگر ضمیر پر ضمہ ہو تو اس کے مابعد واؤ ساکن زائد ہوگا اگر ضمیر پر کسرہ ہے تو اس کے مابعد یائے ساکنہ زائد ہوگی مثل (مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَرَسُوْلُهٗ اَحَقُّ) مگر ایک جگہ اشباع نہ ہوگا یعنی (وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ) اس کا ضمہ غیر موصولہ[2] پڑھا جائے گا اور اگر ماقبل یا مابعد ساکن ہو تو اشباع نہ ہوگا مثل (مِنْهُ وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ) مگر (فِيْهٖ مُهَانًا) جو سورۂ فرقان میں ہے اس میں اشباع ہوگا۔

چھٹی فصل ادغام کے بیان میں

ادغام تین[3] قسم پر ہے مثلین۔ متقاربین، متجانسین۔ اگر حرف مکرر میں ادغام ہوا ہے تو ادغام مثلین کہلائے گا مثل (اِذْ ذَّهَبَ) اور اگر ادغام ایسے دو حرفوں میں ہوا ہے جن کا مخرج ایک گنا جاتا ہے تو اس ادغام کو ادغام متجانسین کہتے ہیں مثل (وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ) اور اگر ادغام ایسے دو حرفوں میں ہوا ہے کہ وہ دو حرف نہ مثلین ہیں نہ متجانسین تو ادغام متقاربین کہلائے گا مثل (اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ) پھر ادغام متجانسین اور متقاربین دو قسم[4] پر ہے ناقص اور تام۔ اگر پہلے حرف کو دوسرے حرف سے بدل کر ادغام کیا ہے تو ادغام تام کہلائے گا مثل (قُلْ رَّبِّ) اور (قَالَتْ طَّآئِفَةٌ) اور اگر پہلے حرف کی کوئی صفت باقی ہے تو ادغام ناقص ہوگا مثل (مَنْ يَّقُوْلُ مِنْ وَّالٍ) اور (بَسَطْتَّ اَحَطْتُّ)

---

[1] یعنی پیش کو بقدر واؤ مدہ اور زیر کو بقدر یائے مدہ بڑھا کر پڑھنا پس اگر ہائے ضمیر میں اشباع کے بعد ہمزہ پڑھا جائے تو مد منفصل کے قاعدے سے اس میں مد بھی ہوگا اگرچہ حرف مد لکھا ہوا نہیں ہے ۱۲ ابن ضیاء

[2] یعنی یَرْضَهُ لَكُمْ میں صلہ اور اشباع نہ ہوگا ۱۲ ابن ضیاء

[3] یہ تین قسمیں محل اور مخرج کے اعتبار سے ہیں ۱۲ ابن ضیاء

[4] یہ دو قسمیں کیفیت ادغام کے اعتبار سے ہیں ۱۲ ابن ضیاء

کے مثلین اور متجانسین کا پہلا حرف جب ساکن ہو تو ادغام واجب ہے مثل (اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ وَقَالَتْ طَّائِفَةٌ عَبَدْتُّمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اِذْ ذَّهَبَ قَدْ تَّبَيَّنَ قَدْ دَّخَلُوْا قُلْ رَّبِّ بَلْ رَّفَعَهُ) اور (يَلْهَثْ ذٰلِكَ يٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا) میں اظہار بھی ثابت ہے اور جب دو واو یا دو یاء جمع ہوں اور پہلا حرف مدہ ہو مثل (قَالُوْا وَهُمْ فِيْ يَوْمٍ) تو ادغام نہ ہو گا ایسے ہی حرف حلق کسی حرف غیر حلقی میں مثل (لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا) اور اپنے مجانس میں مثل (فَاصْفَحْ عَنْهُمْ) مدغم نہ ہو گا اور اپنے مماثل میں مدغم ہو گا مثل (يُوَجِّهْهُّ مَالِيَهْ هَلَكَ) ایسے ہی لام کا ادغام (ن) میں نہ ہو گا مثل (قُلْنَا)۔

فائدہ۔ لام تعریف اگر ان چودہ حرف کے قبل آوے تو اظہار ہو گا اور چودہ حرف یہ ہیں (ابغ حجك وخف عقيمه) اور ان کو حروف قمریہ کہتے ہیں جیسے (الآن البخل الغرور الحسنة بالجنود الكوثر الواقعة الخائبين الفائزون العلى القانتين اليوم المحسنات) باقی چودہ حرفوں میں ادغام کیا جائے گا جن کو حروف شمسیہ کہتے ہیں جیسے (والصافات والذاريات الثاقب الداعى التائبون الزانى السالكين الرحمٰن الشمس ولا الضّالّين الطارق الظالمين اللّٰه النّجم)۔

(فائدہ) نون ساکن اور تنوین کا ادغام (ی) اور (واو) میں اور (ط) کا ادغام (ت) میں ناقص ہو گا اور (اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ) میں ادغام ناقص بھی جائز ہے مگر ادغام تام اولیٰ ہے اور (نٓ وَالْقَلَمِ) اور (يٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ) میں اظہار ہو گا اور ادغام بھی ثابت ہے۔

(فائدہ)۔ (عِوَجًا قَيِّمًا) سورۂ کہف میں اور (مَنْ رَاقٍ) سورۂ قیامہ میں اور (بَلْ رَانَ) سورۂ مطففین میں اظہار ہو گا سکتہ[۲] کی وجہ سے ایک جگہ حفصؒ کی روایت میں اور بھی سکتہ ہے یعنی (مِنْ مَّرْقَدِنَا) سورۂ یٰسین میں اور چونکہ سکتہ ایک لحاظ سے حکم وقف[۳] کا رکھتا ہے اس وجہ سے (عِوَجًا) کی تنوین کو الف سے بدل دیا جائے اور حفصؒ کی روایت میں ترک سکتہ[۴] بھی ان مواضع میں

---

[۱] ادغام کی علت رفع ثقل ہے لیکن جب کہیں ادغام سے ثقل ہوتا ہے تو پھر ادغام نہیں ہوتا ۱۲ ابن ضیاء

[۲] سکتہ کے معنی ہیں بلا سانس توڑے ہوئے آواز بند کر کے تھوڑا ٹھہرنا ۱۲ ابن ضیاء

[۳] یعنی متحرک کو ساکن کرنا اور دو زبر کی تنوین کو الف سے بدلنا ۱۲ ابن ضیاء

[۴] یعنی علامہ جزریؒ کے دوسرے طریق سے بروایت حفصؒ ان مواضعات میں ترک سکتہ بھی ہے اور پہلا طریق جو طریق شاطبیؒ کے موافق ہے اس سے انہیں مواضعات اربعہ میں سکتہ واجب ہے ان کے علاوہ روایت حفصؒ سے سکتہ معنوی کہیں نہیں ثابت ۱۲ ابن ضیاء

ثابت ہے تو اس وقت موضع اوّل میں اخفاء ہوگا اور ثانیین میں ادغام ہوگا۔

(فائدہ) مشدد حرفوں میں دیرہ دو حرفوں کی ہوتی ہے۔

(فائدہ) جب دو حرف مثلین غیر مدغم ہوں تو ہر ایک کو خوب ظاہر کر کے پڑھنا چاہیئے مثل (اَعْيُنِنَا شِمَالِکُمْ يُحْيِي دَاوٗدُ) ایسا ہی متقاربین متصل ہوں یا قریب قریب ہوں اور ادغام نہ کیا جائے تو بھی خوب ہر ایک کو صاف پڑھنا چاہیئے مثل (قَدْ جَاءَ قَدْ ضَلُّوْا اِذْ تَقُوْلُ اِذْ تَرَيْنَ)۔

ایسا ہی جب دو حرف ضعیف جمع ہوں مثل (جِبَاهُهُمْ) یا قوی حرف کے قریب ضعیف حرف ہو مثل (اِهْدِنَا) یا دو حرف مفخم متصل یا قریب ہوں مثل (مضطر صلصال) یا دو حرف مشدد قریب یا متصل ہوں مثل (ذُرِّيَّةً مُّطَهَّرِيْنَ مِنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى لُجِّيٍّ يَّغْشٰهُ وَعَلٰى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ) ایسا ہی دو حرف متشابہ الصوت جمع ہوں مثل (صاد سین) (طت) (ض ظاذ) (ق ك) تو ہر ایک کو ممتاز کر کے پڑھنا چاہیئے اور جو صفت جس کی ہے اس کو پورے طور سے ادا کرنا چاہیئے۔

ساتویں فصل ہمزہ کے بیان میں

جب دو ہمزہ متحرک جمع ہوں اور دونوں قطعی[1] ہوں تو تحقیق سے یعنی خوب صاف طور سے پڑھنا چاہیئے مگر (ءَ اَعْجَمِيٌّ) جو سورۂ (حٰمٓ سجدہ) میں ہے، اس کے دوسرے ہمزہ میں تسہیل[2] ہوگی۔ اور اگر پہلا ہمزہ استفہام کا ہے اور دوسرا ہمزہ وصلی مفتوح ہے تو جائز ہے دوسرے ہمزہ میں تسہیل اور ابدال مگر ابدال اولیٰ ہے اور یہ چھ جگہ ہے (آلْئٰنَ) سورۂ یونس میں دو جگہ (آلذَّكَرَيْنِ) سورۂ انعام میں دو جگہ ہے (آللّٰهُ) دو جگہ ہے ایک سورۂ یونس میں دوسرا سورۂ نمل میں ہے۔ اور جب پہلا ہمزہ استفہام کا ہو اور دوسرا ہمزہ وصلی مفتوح نہ ہو تو یہ دوسرا ہمزہ حذف کیا جائے گا مثل (اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ اَصْطَفَى الْبَنَاتِ اَسْتَكْبَرْتَ) اور فتحہ کی حالت میں جو حذف نہیں ہوتا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں التباس[3] انشاء کا خبر کے ساتھ ہو جائے گا اور چونکہ ہمزۂ وصلی وسطِ کلام میں حذف

---

[1] جس کو ہمزۂ اصلی بھی کہتے ہیں یہ ہمزہ وصل میں حذف نہیں ہوتا پس جو ہمزہ وصل میں حذف ہو جاتا اس کو وصلی اور عارضی بھی کہتے ہیں ۱۲ ابن ضیاء

[2] یعنی دوسرے ہمزہ کو اس سہولت سے ادا کرنا کہ نہ ضغطہ ہو اور نہ الف بلکہ درمیانی حالت سے ادا کیا جائے ۱۲ ابن ضیاء

[3] یعنی حذف کرنے سے یہ پتہ نہ چلے گا کہ ہمزہ موجودہ اصلی ہے یا وصلی کیونکہ دونوں مفتوح تھے ۱۲ ابن ضیاء

ہوتا ہے اس وجہ سے اس میں تغیر کیا جاتا ہے اسی وجہ سے ابدال اولیٰ ہے کیونکہ اس میں تغیر تام ہے بخلاف تسہیل کے۔ اور جب دو ہمزہ جمع ہوں اور پہلا متحرک دوسرا ساکن ہو تو واجب ہے ہمزہ ساکن کو پہلے ہمزہ کی حرکت کے موافق حرف سے بدلنا مثل (اٰمنوا ایمانا اُوتیتمن اِیت) اور جب پہلا ہمزہ وصلی ہو تو ابتداء کی حالت میں ہمزہ ساکنہ بدلا جائے گا۔ اور جب ہمزہ وصلی گر جائے گا تب ابدال نہ ہوگا مثل (اَلَّذِی اؤْتُمِنَ فِی السَّمٰوٰتِ ائْتُوْنِیْ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِیْ) ہمزہ وصلی کے ماقبل جب کوئی کلمہ بڑھایا جائے گا تو یہ ہمزہ حذف کیا جائے گا اور ثابت رکھنا درست نہیں البتہ ابتداء میں ثابت رہتا ہے۔ اگر لام تعریف کا ہمزہ ہے تو مفتوح ہوگا اور اگر کسی اسم کا ہمزہ ہے تو مکسور ہوگا اور اگر فعل کا ہے تو تیسرے حرف کا ضمہ اگر اصلی ہے تو ہمزہ بھی مضموم ہوگا ورنہ مکسور مثل (اَلَّذِیْنَ اِسْمٍ اِبْنِ اِنْتِقَامٍ اُجْتُثَّتْ اُضْرِبْ اِنْفَجَرَتْ اِفْتَحْ)۔ (اِمْشُوْا اِتَّقُوْا اِئْتُوْا) میں چونکہ ضمہ عارضی ہے اس وجہ سے ہمزہ مضموم نہ ہوگا بلکہ مکسور ہوگا۔

(فائدہ) ہمزہ عین کے ساتھ یا (ح) کے ساتھ یا حرف مدہ (ع) یا (ح) کے ساتھ جمع ہوں ایسا ہی (ع ہ) ایک ساتھ آویں یا (ع ح اور ہ) ایک ساتھ آویں یا (ع ح ہ) مکرر آئیں یا مشدد ہوں تو ہر ایک کو خوب صاف طور سے ادا کرنا چاہیئے مثل (اِنَّ اللّٰہَ عَہِدَ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ فَاعِلِیْنَ یَدْعُوْنَ دَعًّا سَبِّحْہُ عَلٰٓی اَعْقَابِکُمْ اَحْسَنَ الْقَصَصِ عَلٰی عَقِبَیْہِ اَعُوْذُ عَہِدَ عَاھَدَ عَالَمِیْنَ طَبَعَ عَلٰی سَاحِرٍ سَحَّارٍ لَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ مَبْعُوْثُوْنَ یٰنُوْحُ اھْبِطْ وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ لَفِیْ عِلِّیِّیْنَ جِبَاھُھُمْ)۔

(فائدہ) ہمزہ متحرک یا ساکن جہاں ہو اس کو خوب صاف طور سے پڑھنا چاہیئے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ہمزہ الف سے بدل جاتا ہے یا حذف ہو جاتا ہے یا صاف طور سے نہیں نکلتا خصوصاً جہاں دو ہمزہ ہوں وہاں زیادہ خیال رکھنا چاہیئے کہ دونوں ہمزہ خوب صاف ادا ہوں مثل (ءَاَنْذَرْتَھُمْ)۔

(فائدہ) حرف ساکن کے بعد جب ہمزہ آئے تو اس کا خیال رکھنا چاہیئے کہ ساکن کا سکون تام ادا ہو اور ہمزہ خوب صاف ادا ہو ایسا نہ ہو کہ ہمزہ حذف ہو جائے[1] اور اس کی حرکت سے ماقبل

---

[1] اس لیے کہ لاپرواہی کی وجہ سے حرفِ ساکن کے بعد آنے سے ہمزہ حذف ہو جاتا ہے یا غفلت کی وجہ سے ہمزہ ساکنہ کا حرف مدسے ابدال ہو جاتا ہے یا حرف متحرک کے بعد بوجہ تساہلی ہمزہ میں تسہیل ہو جاتی ہے اس وجہ سے خصوصیت کے ساتھ ان کو بیان فرمایا ۱۲ ابن ضیاء

کا ساکن متحرک ہو جائے جیسا کہ اکثر خیال نہ کرنے سے ایسا ہو جاتا ہے بلکہ وہ ساکن کبھی مشدد بھی ہو جاتا ہے مثل (قَدْ اَفْلَحَ اِنَّ الْاِنْسَانَ) اسی وجہ سے حفصؒ کے بعض طرق میں ساکن پر سکتہ[1] کیا جاتا ہے تاکہ ہمزہ صاف ادا ہو خواہ وہ ساکن اور ہمزہ ایک کلمہ میں ہوں یا دو کلمہ میں ہوں۔

آٹھویں فصل حرکات کی ادا کے بیان میں

فتحہ ساتھ انفتاح فم اور صوت کے اور کسرہ ساتھ انخفاض فم اور صوت کے اور ضمہ ساتھ انضمام شفتین کے ظاہر ہوتا ہے ورنہ اگر فتحہ میں کچھ انخفاض ہوا تو فتحہ مشابہ کسرہ کے ہو جائے گا اور اگر کچھ انضمام ہو گیا تو فتحہ مشابہ ضمہ کے ہو جائے گا، ایسا ہی کسرہ میں اگر کامل انخفاض نہ ہو گا تو مشابہ فتحہ کے ہو جائے گا بشرطیکہ انفتاح ہو گیا ہو، اور اگر کچھ انضمام پایا گیا تو کسرہ مشابہ ضمہ کے ہو جائے گا۔ اور ضمہ میں اگر انضمام کامل نہ ہوا تو ضمہ مشابہ کسرہ کے ہو جائے گا بشرطیکہ کسی قدر انخفاض ہو گیا ہو اور اگر کسی قدر انفتاح پایا گیا تو فتحہ کے مشابہ ہو جائے گا۔

(فائدہ) فتحہ جس کے بعد الف نہ ہو اور ضمہ جس کے بعد واؤ ساکن اور کسرہ جس کے بعد یا ساکن نہ ہو ان حرکات کو اشباع سے بچانا چاہیئے ورنہ یہی حروف پیدا ہو جائیں گے۔ ایسا ہی ضمہ کے بعد جب واو مشدد ہو اور کسرہ کے بعد یا مشدد ہو مثل (عَدُوٌّ سَوِيًّا لُجِّيٍّ) اس وقت بھی اشباع سے احتراز نہایت ضروری[2] ہے خصوصاً وقف میں زیادہ خیال رکھنا چاہیئے ورنہ مشدد مخفف[3] ہو جائے گا۔

(فائدہ) جب فتحہ کے بعد الف اور ضمہ کے بعد واو ساکن غیر مشدد اور کسرہ کے بعد یا ساکن غیر مشدد ہو تو اس وقت ان حرکات کو اشباع سے ضرور[4] پڑھنا چاہیئے ورنہ یہ حرف ادا نہ ہوں گے خصوصاً

---

[1] اگرچہ معمول بہا نہیں ہے لیکن سکتہ کی غرض یہی ہے جو کتاب میں مذکور ہے کیونکہ حرف ساکن کے بعد ہمزہ میں خفا ہو جاتا ہے جیسا کہ علامہ دانیؒ نے سکتہ کی وجہ بیاناً للہمزۃ لخفائہا بیان فرمائی ہے ایسے سکتہ کو سکتہ لفظی کہتے ہیں، یہ سکتہ وصل کے حکم میں ہے اور بروایت حفصؒ ضعیف ہے ۱۲ ابن ضیاء

[2] اس لیئے کہ تشدید نہ ادا ہونے سے لحن جلی لازم آئے گا جو حرام ہے ۱۲ ابن ضیاء

[3] جیسے وَتَبَّ سے وَتَبْ وغیرہ اکثر لوگوں سے یہ غلطی ہو جاتی ہے اور احساس نہیں ہوتا اس قسم کی غلطی سے لحن جلی لازم آئے گا ۱۲ ابن ضیاء

[4] اس لیئے کہ حرف مد نہ ادا ہونے سے لحن جلی ہو گا۔ ۱۲ ابن ضیاء

جب کئی حرف مدّہ قریب قریب جمع ہوں تو زیادہ خیال رکھنا چاہیئے کیونکہ اکثر خیال نہ کرنے سے کہیں اشباع ہوتا ہے اور کہیں نہیں۔

(فائدہ)۔ (مَجْرٖیهَا) جو سورۂ ہود میں ہے اصل میں لفظ (مَجْرَاهَا) ہے یعنی ر مفتوح ہے اور اس کے بعد الف ہے اس جگہ چونکہ امالہ ہے اس وجہ سے فتحہ خالص اور الف خالص نہ پڑھا جائے گا اور کسرہ اور نہ یار خالص پڑھی جائے گی بلکہ فتحہ کسرہ کی طرف اور الف یار کی طرف مائل کر کے پڑھا جائے گا جس سے فتحہ کسرہ مجہول کے مانند ہو جائے گا اور اس کے بعد یار مجہول ہو گی، اور اس کے سوا اور کہیں امالہ نہیں ہے۔

(فائدہ) کسرہ اور ضمہ کلام عرب میں مجہول نہیں بلکہ معروف ہیں اور ادا کی صورت یہ ہے کہ کسرہ میں انخفاضِ کامل کے ساتھ آواز کسرہ کی باریک نکلے اور ضمہ میں انضمام شفتین کے ساتھ ضمہ کی آواز باریک نکلے۔

(فائدہ) حرکات کو خوب ظاہر کر کے پڑھنا چاہیئے یہ نہ ہو کہ مشابہ سکون کے ہو جائیں ایسا ہی سکون کامل کرنا چاہیئے تاکہ مشابہ حرکت کے نہ ہو جائے۔ اور اس سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ ساکن حرف کی صوت مخرج میں بند[1] ہو جائے اور اس کے بعد ہی دوسرا حرف نکلے اور اگر دوسرے حرف کے ظاہر ہونے سے پہلے مخرج میں جنبش ہو گئی تو لامحالہ یہ سکون حرکت کے مشابہ ہو جائے گا البتہ حروف قلقلہ اور (کاف اور تار) کے مخرج میں جنبش ہوتی ہے، فرق اتنا ہے کہ حروف قلقلہ میں جنبش سختی کے ساتھ ہوتی ہے اور کاف و تار میں نہایت نرمی کے ساتھ جنبش ہوتی ہے۔

(فائدہ) کاف و تار میں جو جنبش ہوتی ہے اُس میں (ہ) کی یا (س) یا (ث) کی بو نہ آنی چاہیئے۔

تیسرا باب

پہلی فصل اجتماعِ ساکنین کے بیان میں

اجتماع ساکنین (یعنی دو ساکن کا اکٹھا ہونا) ایک[1] علیٰ حدّہٖ ہے دوسرا[2] علیٰ غیر حدّہٖ۔ علیٰ حدہٖ اس کو

[1] لیکن ساکن حرف کی آواز مخرج میں اس طرح نہ بند ہو کہ سکتہ ہو جائے بلکہ سکون تام ادا کرنے کے بعد فوراً مابعد کا حرف ادا ہو جائے ۱۲ ابن ضیاء

کہتے ہیں کہ پہلا ساکن حرف مدہ ہو اور دونوں ساکن ایک کلمہ میں ہوں مثل (دَآبَّۃٍ آٰلْئٰنَ) اور یہ اجتماع ساکنین جائز ہے اور اجتماع ساکنین علیٰ غیر حدہ جائز نہیں البتہ وقف میں جائز ہے اور اجتماع ساکنین علیٰ غیر حدہ اس کو کہتے ہیں کہ پہلا حرف ساکن مدّہ نہ ہو یا دونوں ساکن ایک کلمہ میں نہ ہوں اب اگر پہلا ساکن حرف مدّہ ہے تو اس کو حذف کر دیں گے، مثل (وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ عَلٰٓی اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا - اِعْدِلُوْا وَقَالُوا الْاٰنَ فِی الْاَرْضِ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ ذَاقَا الشَّجَرَۃَ) اگر پہلا ساکن حرف مدّہ نہ ہو تو اس کو حرکت کسرہ کی دی جائے گی مثل (اِنِ ارْتَبْتُمْ وَاَنْذِرِ النَّاسَ مِمَّا لَمْ یُذْکَرِ اسْمُ اللّٰهِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ) مگر جب پہلا ساکن میم جمع ہو تو ضمہ دیا جائے گا مثل (عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ عَلَیْهِمُ الْقِتَالُ) اور مِنْ جو حرف جر ہے اس کے بعد جب کوئی حرف ساکن آئے گا تو نون مفتوح پڑھا جائے گا جیسے (مِنَ اللّٰهِ) ایسا ہی میم (آلٓمّٓ اللّٰهُ) کی وصل میں مفتوح پڑھی جائے گی۔

(فائدہ)۔ (بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ) جو سورۂ حجرات میں ہے اس میں (بِئْسَ) کے بعد لام مکسور اس کے بعد سین ساکن ہے اور لام کے قبل اور بعد جو ہمزہ ہے وہ ہمزہ وصلی ہے اس وجہ سے حذف کئے جائیں گے اور لام کا کسرہ بسبب اجتماع ساکنین کے ہے۔

(فائدہ) کلمہ منونہ یعنی جس کلمہ کے اخیر حرف پر دو زبر یا دو زیر یا دو پیش ہوں تو وہاں پر ایک نون ساکن پڑھا جاتا ہے اور لکھا نہیں جاتا اس نون کو نون تنوین کہتے ہیں، یہ تنوین وقف میں حذف کی جاتی ہے مگر دو زبر ہوں تو اس تنوین کو الف سے بدلتے ہیں (قَلِیْمًا وَّ بِرَسُوْلٍ وَّبَصِیْرًا) اور وصل میں جب اس کے بعد ہمزہ وصلی ہو تو ہمزہ وصلی حذف ہو جائے گا اور یہ تنوین بسبب اجتماع ساکنین علیٰ غیر حدہ کے مکسور پڑھی جائے گی اور اکثر جگہ خلاف قیاس چھوٹا نون لکھ دیتے ہیں مثل (بِزِیْنَۃِ نِ الْکَوَاکِبِ خَیْرَا نِ الْوَصِیَّۃُ۔ خَبِیْثَۃِ نِ اجْتُثَّتْ۔ طُوًی نِ اذْهَبْ)۔

(فائدہ) تنوین سے ابتدا کرنا یا دُھرانا درست نہیں [1]۔

---

[1] اسی طرح تنوین پر وقف بھی کرنا جائز نہیں لیکن چونکہ لفظ کاَیِّنْ کی تنوین مصحف میں مرسوم ہے اس لئے اس نون تنوین پر وقف ثابت ہے۔ اس لفظ سے بروایت حفصؒ وقف کی حالت میں تنوین حذف کرنا جائز نہیں ۱۲ ابن ضیاء

دوسری فصل مد کے بیان میں

مد دو قسم ہے اصلی اور فرعی، مد اصلی اس کو کہتے ہیں کہ حروف مدہ کے بعد نہ سکون ہو اور نہ ہمزہ ہو۔ مد فرعی اس کو کہتے ہیں کہ حروف مدہ کے بعد سکون یا ہمزہ ہو اور یہ چار قسمیں ہیں۔ متصل اور منفصل لازم اور عارض۔ یعنی حرف مدہ کے بعد اگر ہمزہ آئے اور ایک کلمہ میں ہو تو اس کو مد متصل کہتے ہیں، اور اگر ہمزہ دوسرے کلمہ میں ہو تو اس کو مد منفصل کہتے ہیں مثل (جَآءَ جِیْٓءَ سُوْٓءَ فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا مَآ اُنْزِلَ) حرف مد کے بعد جب سکون وقفی ہو مثل (رَحِیْمٌ۔ تَعْلَمُوْنَ ۝ تُکَذِّبٰنِ ۝) کے تو اس کو مد عارض کہتے ہیں اور اس میں طول توسط قصر تینوں جائز ہیں اور جب حرف مدہ کے بعد ایسا سکون ہو کہ کسی[1] حالت میں حرف مدہ سے جدا نہ ہو سکے اس کو لازم کہتے ہیں اور یہ چار قسم ہے اس واسطے کہ اگر حرف مدہ حروف مقطعات میں ہو تو حرفی کہتے ہیں ورنہ کلمی کہیں گے، پھر ہر ایک کلمی اور حرفی دو قسم ہے۔ مثقل اور مخفف۔ اگر حرف مدہ کے بعد مشدد حرف ہے تو مثقل کہیں گے اور اگر محض سکون ہے تو مخفف ہوگی، مد لازم حرفی مثقل اور مد لازم حرفی مخفف کی مثال (الٓمّٓ الٓرٰ الٓمّٓرٰ کٓھٰیٰعٓصٓ حٰمٓ عٓسٓقٓ حٰمٓ طٰسٓ طٰسٓمّٓ نٓ صٓ قٓ) اور مد لازم کلمی مثقل کی مثال (دَآبَّۃٌ) اور مد لازم کلمی مخفف کی مثال (آٰلْئٰنَ) اور جب (واو) یا (یاء) ساکن کے پہلے فتحہ ہو اور اس کے بعد ساکن حرف ہو تو اس کو مد لین کہتے ہیں اور اس میں قصر توسط طول تینوں جائز ہیں اور عین مریم اور عین شوریٰ میں قصر نہایت ضعیف ہے اور طول افضل اور اولیٰ ہے۔

(فائدہ) سورۂ آل عمران کا (الٓمّٓ اللّٰہُ) وصل کی حالت میں میم ساکن اجتماع ساکنین علیٰ غیر مدہ کی وجہ سے مفتوح پڑھی جائے گی اور اللہ کا ہمزہ نہ پڑھا جائے گا۔ اور میم میں مد لازم ہے اس وجہ سے وصل میں طول اور قصر دونوں جائز ہیں۔

(فائدہ) حرف مدہ جب موقوف ہو تو اس کا خیال رکھنا چاہیئے کہ ایک الف سے زائد نہ ہو جائے

[1] یعنی وصلاً اور وقفاً دونوں حالتوں میں پڑھا جاتا ہو جیسے الٓمّٓ ذٰلک لیکن جس وقت اجتماع ساکنین کی وجہ سے پہلا سکون نہ پڑھا جائے گا تو حرکت عارض ہوگی اس سے سکون کا عارض سمجھنا غلطی ہے جیسے الٓمّٓ اللّٰہ اس میں سکون لازم ہی کی وجہ سے میم کے یاء میں طول اولیٰ ہے اور حرکت عارضی کا خیال کر کے قصر بھی جائز ہے ۱۲ ابن ضیاء

دوسرے یہ کہ بعد حرف مدہ کے ہا، یا ہمزہ نہ زائد ہو جائے مثل (قَالُوا فِی سَمَاءٍ) جیسا کہ اکثر خیال نہ کرنے سے ہو جاتا ہے۔

تیسری[۳] فصل مقدار[۱] اور اوجہ[۲] مد کے بیان میں

مد عارض اور مدلین عارض میں تین وجہ ہیں طول توسط قصر۔ فرق اتنا ہے کہ مد عارض میں طول اولیٰ ہے اس کے بعد توسط اس کے بعد قصر کا مرتبہ ہے۔ بخلاف مدلین عارض کے کہ اس میں پہلا مرتبہ قصر[۳] کا ہے، اس کے بعد توسط کا اس کے بعد طول کا، اب معلوم کرنا چاہیئے کہ مقدار طول کی کیا ہے؟ طول کی مقدار تین الف ہے اور توسط کی مقدار دو الف، اور ایک قول میں طول کی مقدار پانچ الف اور توسط کی مقدار تین الف ہے، اور قصر کی مقدار دونوں قول میں ایک ہی الف ہے۔

(فائدہ) مدلازم کی چاروں قسموں میں طول علی التساوی ہوگا اور بعض کے نزدیک مثقل میں زیادہ مد ہے اور بعض کے نزدیک مخفف[۴] میں زیادہ مد ہے۔ مگر جمہور کے نزدیک تساوی ہے۔

(فائدہ) حرف موقوف مفتوح کے قبل جب حرف مدہ یا حرف لین ہو مثل (عَالَمِیْنَ لَاضَیْرَ) تو تین وجہ وقف میں ہوں گی۔ طول مع الاسکان۔ توسط مع الاسکان۔ قصر مع الاسکان۔ اور اگر حرف موقوف مکسور ہے تو وجہ عقلی چھ نکلتی ہیں، اس میں سے چار جائز ہیں۔ طول۔ توسط۔ قصر مع الاسکان قصر مع الروم۔ اور طول توسط مع الروم غیر جائز ہے اس لیئے کہ مد کے واسطے بعد حرف مد کے سکون چاہیئے اور روم کی حالت میں سکون نہیں ہوتا بلکہ حرف متحرک ہوتا ہے۔ اور اگر حرف موقوف مضموم ہے مثل (نَسْتَعِیْنُ)

---

[۱] جس ادا کے ذریعہ مد کا اندازہ کیا جائے اس کو مقدار کہتے ہیں مثلاً طول کی مقدار کشش تین الف اور پانچ الف ہے پس اسی اندازہ کے ساتھ ادا کرنے کا نام مقدار ہے ۱۲ ابن ضیاء۔

[۲] اوجہ جمع وجہ کی ہے یہاں وجہ کا اطلاق طول پر توسط پر قصر پر ہوگا اور تینوں کو وجہ یا اوجہ کہیں گے قصر داخل فی الوجہ ہے لیکن مد فرعی سے خارج ہے اس لیئے کہ قصر ترک مد کا نام ہے لیکن مقدار طبعی میں بلاثبوت کمی بیشی کرنا حرام ہے اور کیفیت مدود ہیں طول اور توسط۔ بلاثبوت طول کی جگہ توسط اور توسط کی جگہ طول کرنا جائز نہیں ۱۲ ابن ضیاء۔

[۳] لیکن مد سے لین کا قصر کم ہوگا اس لیئے کہ مدہ زمانی اور حرف لین قریب آنی ہے ۱۲ ابن ضیاء۔ (باقی حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

کے تو ضربی عقلی وجہیں نو ہیں۔ طول توسط قصر مع الاسکان۔ طول توسط قصر مع الاشمام۔ قصر مع الروم۔ یہ سات وجہیں جائز ہیں طول توسط مع الروم غیر جائز ہیں جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا۔

(فائدہ) جب مد عارض یا مدلین کئی جگہ ہوں تو اُن میں تساوی اور توافق کا خیال رکھنا چاہیئے یعنی ایک جگہ مد عارض میں طول کیا ہے تو دوسری جگہ بھی طول کیا جائے اگر توسط کیا ہے تو دوسری جگہ بھی توسط کرنا چاہیئے اگر قصر کیا ہے تو دوسری جگہ بھی قصر کرنا چاہیئے ایسا ہی مدلین میں بھی جب کئی جگہ ہو تو توافق ہونا چاہیئے اور جیسا کہ طول توسط میں توافق ہونا چاہیئے ایسا ہی مقدار طول توسط میں بھی توافق ہونا چاہیئے مثلاً (اعوذ اور بسملہ سے رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ) تک فصل کل کی حالت میں ضربی وجہیں اڑتالیس نکلتی ہیں اس طرح پر کہ رَحِیْم کے اوجہ ثلاثہ مع الاسکان اور قصر مع الروم کو رَحِیْم کے مدود ثلاثہ اور قصر مع الروم میں ضرب دینے سے سولہ وجہیں ہوتی ہیں اور ان سولہ کو (العالمین) کے اوجہ ثلاثہ میں ضرب دینے سے اڑتالیس وجہیں ہوتی ہیں جن میں چار بالاتفاق جائز ہیں یعنی (رحیم رحیم العالمین) میں طول مع الاسکان توسط مع الاسکان قصر مع الاسکان (رحیم رحیم) میں قصر مع الروم اور (العالمین) میں قصر مع الاسکان اور بعض نے (رحیم رحیم) کے قصر مع الروم کی حالت میں (العالمین) میں طول توسط کو جائز رکھا ہے باقی بیالیس وجہیں بالاتفاق غیر جائز ہیں اور فصل اول وصل

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) اس لیئے کہ حرف مد کے بعد ساکن حرف کو متحرک نہیں پڑھنا ہوتا بخلاف مدلازم مثقل کے کہ حرف مد کے بعد سکون پڑھ کر فوراً متحرک پڑھنا ہوتا ہے ۱۲ ابن ضیار

(حاشیہ متعلقہ صفحہ ہذا) ان وجہوں کو اس وجہ سے بیان فرمایا تاکہ کوئی شخص وجوہ ثلاثہ کو مد عارض اور مدلین عارض میں یا کئی مدود عارض میں ضرب دیکر سب وجہوں کو بلا مساوات نہ پڑھنے لگے یا پڑھنے میں ترجیح بلا مرجح نہ لازم آئے اس وجہ سے تمام وہ وجوہ جو ضرب سے پیدا ہوتی ہیں ان کو بتانے کے خیال سے نکال کر جاری کرلیتے ہیں چنانچہ بطریق تمثیل تین موقوف علیہ کے وجوہ ضربی عقلی اڑتالیس بیان فرمائے ہیں ان وجوہ کے نکال لینے کے وقت وجوہ غیر صحیح اور عدم مساوات اور ترجیح کی طرف ہرگز ذہن کو متبادر نہ ہونا چاہیئے ورنہ وجوہ سمجھ میں نہ آئیں گے کیونکہ عقلاً جس قدر وجہیں نکل سکتی ہیں ضرورتاً ان کا اس وقت اظہار ضروری ہے تاکہ ان میں سے وجوہ صحیح اور غیر صحیح میں امتیاز ہو جاوے ۱۲ ابن ضیار

اس وجہ سے کہ تساوی اور توافق نوع واحد میں شرط ہے چاہے باعتبار عمل مد کے ہو یا باعتبار کیفیت وقف کے ہو چونکہ رحیم رحیم میں بحالت روم توافق نہ رہا اس وجہ سے باوجود عدم تساوی کے العالمین میں طول توسط کو بعض نے جائز رکھا ہے ۱۲ ابن ضیار

ثانی کی صورت میں عقلی وجہیں بارہ[1] نکلتی ہیں اس طرح پر کہ (رجیم) کے مدود ثلاثہ اور قصر مع الروم کو (العالمین) کے اوجہ ثلاثہ میں ضرب دینے سے بارہ وجہیں ہوتی ہیں، ان میں چار وجہیں بالاتفاق جائز ہیں۔ طول مع الطول مع الاسکان۔ توسط مع التوسط مع الاسکان۔ قصر مع القصر مع الاسکان قصر مع الروم مع القصر بالاسکان۔ اور قصر مع الروم مع التوسط بالاسکان۔ اور قصر مع الروم مع الطول بالاسکان۔ یہ دو وجہیں مختلف فیہ ہیں، باقی وجہیں بالاتفاق غیر جائز ہیں۔ اور وصل اول فصل ثانی میں بھی بارہ وجہیں عقلی نکلتی ہیں اور ان میں چار صحیح ہیں اور دو مختلف فیہ ہیں، اور اس صورت میں جو وجہیں نکلتی ہیں وہ بعینہٖ مثل فصل اول وصل ثانی کے ہیں اس وجہ سے نہیں بیان کی گئیں۔ اور وصل کل کی حالت میں (العالمین) کے مدود ثلاثہ ہیں۔ خلاصہ یہ ہوا کہ استعاذہ اور بسملہ میں پندرہ[2] یا اکیس[3] وجہیں صحیح ہیں۔

(فائدہ) یہ وجہیں جو بیان کی گئی ہیں اس وقت ہیں کہ (العالمین) پر وقف کیا جائے اور اگر (الرحمٰن الرحیم) پر یا (یوم الدین یا نستعین) پر وقف کیا جائے گا یا کہیں وصل اور کہیں وقف کیا جائے گا تو بہت سی وجہیں ضربی نکلیں گی اور ان میں وجہ صحیح نکالنے کا طریقہ یہ ہے کہ جس وجہ میں ضعیف کو قوی پر ترجیح ہو جائے یا مساوات نہ رہے یا اقوال مختلفہ میں خلط ہو جائے تب یہ وجہ غیر صحیح ہو گی۔

(فائدہ) جب مد عارض اور مدلین عارض جمع ہوں تو اس وقت عقلی وجہیں کم از کم نو نکلتی ہیں، اب اگر مد عارض مقدم ہے لین پر مثلاً (مِنْ جُوْعٍ وَمِنْ خَوْفٍ) تو چھ وجہیں جائز ہیں یعنی طول مع الطول طول مع التوسط۔ طول مع القصر۔ توسط مع التوسط۔ توسط مع القصر۔ قصر مع القصر۔ اور تین وجہیں غیر[4] جائز ہیں یعنی توسط مع الطول۔ قصر مع التوسط قصر مع الطول۔ اور جب مدلین مقدم ہو مثل

---

[1] اس وجہ سے کہ عدم مساوات لازم آئے گا ۱۲ ابن ضیاء

[2] چار فصل کل میں، چار فصل اول وصل ثانی میں، چار وصل اول فصل ثانی میں، اور تین وصل کل کی صورت میں۔ اس طرح پندرہ وجہیں جائز ہیں ۱۲ ابن ضیاء

[3] یعنی پندرہ وجوہ متفقہ اور چھ مختلفہ جو تین صورتوں میں دو دو بیان کی گئی ہیں ۱۲ ابن ضیاء

[4] اس لیے کہ ترجیح بلا مرجح لازم آئے گی ۱۲ ابن ضیاء

لَا رَیْبَ فِیْہِ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ) تو اس وقت بھی نو وجہیں نکلتی ہیں، اس میں سے چھ وجہیں جائز ہیں یعنی قصر مع القصر۔ قصر مع التوسط۔ قصر مع الطول توسط مع الطول۔ توسط مع التوسط طول مع الطول۔ اور طول مع التوسط اور طول مع القصر اور توسط مع القصر یہ تین غیر جائز ہیں۔ اور یہ وجہیں غیر جائز اس وجہ سے ہیں کہ حروف مدہ میں مد اصل اور قوی ہے اور حرف لین میں جو مد ہوتا ہے وہ تشبیہ[1] کی وجہ سے ہوتا ہے اس وجہ سے حرف لین میں مد ضعیف ہے اور ان صورتوں میں ترجیح ضعیف کی قوی پر ہوتی ہے اور یہ غیر جائز ہے۔ اور اگر موقوف علیہ میں بسبب اختلاف حرکات، کے روم واشمام جائز ہو تو اس میں اور وجہیں زائد پیدا ہوں گی اس میں بھی مساوات اور ترجیح کا خیال رکھنا چاہیئے مثل (مِنْ جُوْعٍ وَّمِنْ خَوْفٍ[2])

(فائدہ) مد متصل اور منفصل کی مقدار میں کئی قول ہیں دو الف۔ ڈھائی الف چار الف۔ اور منفصل میں قصر بھی جائز ہے۔ ان اقوال میں جس پر جی چاہے عمل کیا جائے گا مگر اس کا خیال رکھنا چاہیئے کہ مد متصل جب کئی جگہ ہوں تو جس قول کو پہلی جگہ لیا ہے وہی دوسری تیسری جگہ رہے مثلاً (وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً) میں اگر اقوال کو ضرب دیا جائے تو نو وجہیں ہوتی ہیں اور ان میں سے تین وجہ مساوات کی ہیں وہ صحیح ہیں باقی چھ وجہیں غیر صحیح ہیں۔ ایسا ہی جب مد منفصل کئی جمع ہوں تو ان میں بھی اقوال کو خلط نہ کرے مثلاً (لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِیْنَآ اَوْ) اس میں بھی یہ نہ چاہیئے کہ پہلی جگہ ایک قول سے دوسری جگہ دوسرا قول لیا جائے بلکہ مساوات کا خیال رکھنا چاہیئے[3]

---

[1] یعنی صلاحیت مد کی وجہ سے مد ہوتا ہے ورنہ اصلاً حرف لین حرف مد نہیں ہے لیکن اگر حرف لین میں صفت لین نہ ادا کی جائے یا حرف لین کو سخت کر دیا جائے تو حرف بھی غلط ہوگا اور مد بھی نہ ہو سکے گا ۱۲ ابن ضیاء

[2] یہ مثالیں وقف بالروم کی ہیں اور وقف بالاشمام کی مثال اِنَّہٗ عَلٰی ذٰلِکَ لَشَھِیْدٌ وَاِنَّہٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْدٌ ہے ۱۲ ابن ضیاء

[3] اسی طرح ان مدود میں لغرض الاعلان بھی کہیں دو کہیں ڈھائی کہیں چار الف نہ پڑھنا چاہیئے اس لئے کہ ان میں خلف واجب ہے جس کا حکم یہ ہے کہ جس سے جس طرح ثابت ہو اسی طرح پڑھنا چاہیئے بخلاف مد عارض کے کہ اس میں کل قراء سے تینوں وجہیں طول توسط قصر ثابت ہے۔ ایسے اختلاف کو خلاف جائز کہتے ہیں۔ البتہ افہام اور تفہیم کے لیئے جس طرح کتاب میں بیان کیا گیا اسی طرح لکھ کر مقدار ضربی سے وجہ صحیح اور غیر صحیح نکال کر سمجھ لیا جائے اور اگر متصل منفصل ایک جگہ آئے اور ان میں مساوات نہ ہے تو کوئی حرج نہیں لیکن متصل کو منفصل پر ترجیح نہ دینا چاہیئے اس لیئے کہ متصل منفصل سے قوی ہے ۱۲ ابن ضیاء

(فائدہ) جب مد منفصل اور متصل جمع ہوں اور مثلاً منفصل مقدم ہو متصل پر مثل (هٰٓؤُلَآءِ) کے تو جائز ہے منفصل میں قصر اور دو الف اور متصل میں دو الف ڈھائی الف چار الف اور جب منفصل میں ڈھائی الف مد کیا جائے تو متصل میں ڈھائی الف چار الف مد جائز ہے اور دو الف غیر جائز ہے اس واسطے کہ متصل منفصل سے اقویٰ ہے اور ترجیح ضعیف کی قوی پر غیر جائز ہے۔ اور جب منفصل میں چار الف مد کیا تو متصل میں صرف چار الف مد ہو گا اور ڈھائی الف دو الف اس صورت میں غیر جائز ہو گا وجہ وہی رجحان[۱] کی ہے اور جب مد متصل منفصل پر مقدم ہو مثل (جَآءَ اٰبَآءَهُمْ) تو اگر متصل میں چار الف مد کیا تو منفصل میں چار الف ڈھائی الف دو الف اور قصر جائز ہے اور اگر ڈھائی الف مد کیا ہے تو منفصل میں ڈھائی الف دو الف اور قصر جائز ہے اور چار الف غیر جائز ہے ایسا ہی اگر متصل میں دو الف مد کیا ہے تو منفصل میں صرف دو الف اور قصر ہو گا اور ڈھائی الف چار الف مد نہ[۲] ہو گا۔

(فائدہ) جب متصل منفصل کئی جمع ہوں مثل (بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ) تو انہیں قواعد پر قیاس کر کے وجہ صحیح غیر صحیح نکال لی جائے۔

(فائدہ) جب متصل کا ہمزہ اخیر کلمہ میں واقع ہو اور اس پر وقف سکان یا اشمام کے ساتھ کیا جائے مثل اَبْنَآءَ قُرُوْٓءٍ شَیْءٍ، تو اس وقت میں طول بھی جائز ہے اور سکون کی وجہ سے قصر جائز نہ ہو گا اس واسطے کہ اس صورت میں سبب اصلی کا الغا اور سبب عارضی کا اعتبار لازم آتا ہے اور یہ غیر جائز ہے اور اگر وقف بالروم کیا ہے تو صرف توسط[۳] ہو گا۔

(فائدہ) خلاف جائز[۴] کے جو وجہیں نکلتی ہیں مثل اوجہ بسملہ وغیرہ کے ان میں سب وجہوں کا ہر جگہ پڑھنا معیوب ہے اس قسم کی وجہوں میں ایک وجہ کا پڑھنا کافی ہے البتہ افادہ کے لحاظ سے

---

[۱] یعنی ترجیح لازم آئے گی ۱۲ ابن ضیاء۔

[۲] تاکہ ترجیح لازم نہ آئے ۱۲ ابن ضیاء۔

[۳] روم اگرچہ از قسم وقف ہے لیکن حکم میں وصل کے ہے اس وجہ سے صرف مد متصل کا توسط ہو گا ۱۲ ابن ضیاء۔

[۴] یعنی جن مختلف فیہ وجہوں پر کل قراء کا اتفاق ہو مثل کیفیت وقف اسکان اشمام روم یا مد عارض کے وجوہ ثلثہ وغیرہ ان سب میں کسی ایک وجہ کا پڑھنا کافی ہے ۱۲ ابن ضیاء۔

سب وجہوں کا ایک جگہ جمع کر لینا معیوب نہیں۔

(فائدہ) اس فصل میں جو غیر جائز اور غیر صحیح کہا گیا ہے مراد اس سے غیر اولیٰ ہے قاری ماہر کے واسطے معیوب ہے۔

(فائدہ) اختلاف مرتب میں خلط کرنا یعنی ایک لفظ کا اختلاف دوسرے پر موقوف ہو مثلاً (فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ) اس میں آدمُ کو مرفوع پڑھیں تو کلمٰتٍ کو منصوب پڑھنا ضروری ہے ایسا ہی بالعکس[۱] ایسے اختلاف کے موقع پر خلط بالکل حرام ہے اور اگر ایک روایت کا التزام کر کے پڑھا اور اس میں دوسرے کو خلط کر دیا تو کذب فی الروایت لازم آئے گا اور علیٰ حسب التلاوۃ خلط جائز ہے مثلاً حفصؒ کی روایت میں دو طریق مشہور ہیں ایک امام شاطبیؒ دوم جزریؒ تو ان میں خلط کرنا اس لحاظ سے کہ دونوں وجہ حفصؒ سے ثابت ہیں کچھ حرج[۲] نہیں خصوصاً جب ایک وجہ عوام میں شائع ہو گئی ہو اور دوسری وجہ مشہور ثابت عند القراء متروک[۳] ہو گئی ہو تو ایسی صورت میں لکھنا پڑھنا پڑھانا نہایت ضروری ہے متاخرین کے اقوال و آراء میں خلط کرنا چنداں مضائقہ[۴] نہیں۔

فصل چوتھی وقف کے احکام میں

وقف کے معنیٰ اخیر کلمہ غیر موصول پر سانس کا توڑنا۔ اب اگر وہاں پر کوئی آیت ہے یا کوئی وقف اوقاف معتبرہ سے ہے تو بعد کے کلمہ سے ابتداء کرے ورنہ جس کلمہ پر سانس توڑے اس کو اعادہ کرے اور وسط کلمہ پر اور ایسا ہی جو کلمہ دوسرے کلمہ سے موصول

---

[۱] جب کہ التزام طرق مقصود نہ ہو اور اگر التزام طریق ہو یعنی یہ خیال کر کے پڑھے کہ ہم فلاں طریق سے پڑھیں گے تو اس صورت میں خلط کرنا درست نہیں مثلاً بطریق شاطبیؒ منفصل میں قصر نہیں ہے تو طریق شاطبیؒ سے پڑھنے والوں کے لیے قصر جائز نہیں کیونکہ کذب فی الطرق لازم آئے گا ۱۲ ابن ضیاء

[۲] یعنی جو وجہ قراء سے ثابت ہو اور عوام نے پڑھنا پڑھانا ترک کر دیا ہو ایسی وجہوں کی بابت حکم بیان فرمایا ہے ۱۲ ابن ضیاء

[۳] یعنی جب کہ التزام طرق مقصود نہ ہو تو اختلاط طرق اور خلط فی الاقوال جائز ہے جیسا کہ کتاب میں مذکور ہے ۱۲

[۴] لیکن بروایت حفصؒ بالعکس جائز نہیں ۱۲ ابن ضیاء

ہو اس پر وقف جائز نہیں ایسا ہی ابتدا اور اعادہ بھی جائز نہیں۔

اب معلوم ہونا چاہیئے کہ جس کلمہ پر سانس توڑنا چاہتا ہے اگر وہ پہلے سے ساکن ہے تو محض وہاں پر سانس توڑ دیں گے اور اگر وہ کلمہ اصل میں ساکن ہے مگر حرکت اس کو عارض ہو گئی ہے تب بھی وقف محض اسکان کے ساتھ ہوگا مثل (عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَاَنْذِرِ النَّاسَ)۔ اور اگر وہ حرف موقوف متحرک ہے تو اس کے اخیر میں (تا) بصورت (ہا) ہو گی یا نہیں ہو گی۔ اگر (تا) بصورت (ہا) ہے تو وقف میں اس (تا) کو (ہا) ساکنہ سے بدل دیں گے، مثل (رَحْمَةٌ نِعْمَةٌ) اور اگر ایسا نہ ہو تو آخر حرف پر اگر دو زبر ہیں تو تنوین کو الف سے بدل دیں گے مثل (سَوَاءً هُدًى) اور اگر حرف موقوف پر ایک زبر ہے تو وقف صرف اسکان کے ساتھ ہوگا مثل (يَعْلَمُوْنَ) کے اور اگر اخیر حرف پر ایک پیش یا دو پیش ہوں مثل (وَبَرْقٌ يَفْعَلُ) تو وقف اسکان اور اشمام اور روم تینوں سے جائز ہے (اشمام کے معنی ہیں حرف کو ساکن کر کے ہونٹوں کو ضمہ کی طرف اشارہ کرنا اور روم کے معنی ہیں حرکت کو خفی صوت سے ادا کرنا) اور اگر اخیر حرف پر ایک زیر یا دو زیر ہوں مثل (ذُو انْتِقَامٍ وَلَا فِي السَّمَاءِ) تو وقف میں اسکان اور روم دونوں جائز ہیں۔

(فائدہ) روم اور اشمام اسی حرکت پر ہوگا جو کہ اصلی ہو گی، اور اگر حرکت عارضی ہو گی تو روم و اشمام جائز نہ ہوگا[1] مثل (اَنْذِرِ الَّذِيْنَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ)۔

(فائدہ) روم کی حالت میں تنوین حذف ہو جائے گی جیسا کہ (ہا) ضمیر کا صلہ وقف بالروم اور بالاسکان میں حذف ہوتا ہے مثل (بِهٖ لَهٗ) کے۔

(فائدہ) اَلظُّنُوْنَا اور اَلرَّسُوْلَا اور اَلسَّبِيْلَا جو سورۂ احزاب میں ہے اور پہلا (قَوَارِيْرَا) جو سورۂ دہر میں ہے اور (اَنَا) جو ضمیر مرفوع منفصل ہے ایسے ہی (لٰكِنَّا) جو سورۂ کہف میں ہے ان کے آخر کا الف وقف میں پڑھا جائے گا اور وصل میں نہیں پڑھا جائے گا اور (سَلٰسِلَا) جو سورۂ دہر میں ہے جائز ہے وقف کی حالت میں اثباتِ الف اور حذفِ الف۔

(فائدہ) آیات پر وقف کرنا زیادہ احب اور مستحسن ہے اور اس کے بعد جہاں (م)

---

[1] اس لیئے کہ سکون اصلی مانع روم و اشمام ہے لفظ اَنْذِرِ میں (ر) کا زیر اور علیکم کی میم کا پیش یہ حرکت عارضی اجتماع ساکنین کی وجہ سے ہے ۱۲ ابن ضیاء

لکھی ہو اور اس کے بعد جہاں (ط) لکھی ہو اور اس کے بعد جہاں (ج) لکھی ہو اس کے بعد جہاں (ز) لکھی ہو اولیٰ پر غیر اولیٰ کو ترجیح نہ دینا چاہیئے (یعنی آیت کو چھوڑ کر غیر آیت پر وقف کرنا یا (م) کی جگہ وصل کر کے (ط) وغیرہ پر وقف کرنا بلکہ ایسا انداز رکھے کہ جب سانس توڑے تو آیت پر یا (م۔ط) پر) بعض کے نزدیک جس آیت کو مابعد سے تعلق لفظی ہو تو وہاں پر وصل اولیٰ ہے فصل سے، اور وصل کی جگہ صرف وقف یا وقف کی جگہ صرف وصل کرنے سے معنی نہیں بدلتے اور محققین کے نزدیک یہ نہ گناہ ہے نہ کفر ہے البتہ قواعدِ عرفیہ[1] کے خلاف ہے جن کا اتباع کرنا نہایت ضروری ہے تاکہ ایہامِ معنیٔ غیر مراد لازم نہ آئے ایسا ہی اعادہ میں بھی لحاظ رکھنا چاہیئے، بعض جگہ اعادہ نہایت قبیح ہوتا ہے جیسا کہ وقف کہیں حسن کہیں احسن کہیں قبیح کہیں اقبح ہوتا ہے ایسا ہی اعادہ بھی چار قسم ہے۔ تو جہاں سے اعادہ حَسَن یا اَحْسَن ہو وہاں سے کرنا چاہیئے ورنہ اعادۂ قبیح سے ابتدا بہتر ہے مثلاً (قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ) سے اعادہ حَسَن ہے اور (اِنَّ اللّٰهَ) سے قبیح ہے۔

(فائدہ) تمام اوقاف پر سانس توڑنا باوجود دم ہونے کے ایسا نہ چاہیئے۔ قاری کی مثال مثل مسافر اور اوقاف کو مثل منازل کے لکھتے ہیں، تو جب ہر منزل پر بلا ضرورت ٹھہرنا فضول اور وقت کو ضائع کرنا ہے تو ایسا ہی ہر جگہ وقف کرنا فعل عبث ہے جتنی دیر وقف کرے گا اتنی دیر میں ایک دو کلمہ ہو جائیں گے۔ البتہ لازم مطلق[2] پر اور ایسے ہی جس آیت کو مابعد سے تعلقِ لفظی نہ ہو ایسی جگہ وقف کرنا ضروری اور مستحسن ہے۔ اور کلمہ کو محض ساکن کرنا یا اور جو احکام وقف کے ہیں ان کو کرنا بلا سانس توڑے اس کو وقف نہیں کہتے۔ یہ سخت غلطی ہے۔

---

[1] یعنی جن قواعد کی پابندی عرفاً ضروری ہے کہ اگر اس کے خلاف کیا جائے تو غلط پڑھنے والا قابلِ ملامت ہے، یہاں پر اس سے مراد قواعدِ عربیہ ہیں ۱۲ ابن ضیار

[2] یعنی وقف لازم ہو یا وقف مطلق ہو ۱۲ ابن ضیار

(فائدہ) کلمات میں تقطیع[1] اور سکتات نہ ہونا چاہیے خصوصاً سکون پر البتہ جہاں روایۃً ثابت ہوا ہے وہاں سکتہ کرنا چاہیے، اور یہ چار جگہ ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ آیات پر سکتہ کرے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ اور عوام میں جو مشہور ہے کہ سورۂ فاتحہ میں سات جگہ سکتہ کرنا نہایت ضروری ہے اگر سکتہ نہ کیا جائے تو شیطان کا نام ہو جائے گا۔ یہ سخت غلطی ہے۔ وہ سات جگہ یہ ہیں (دِلُ ہرَبُ کِیوُ کَنعُ کُنسُ تعَل بعَل) اگر ایسا ہی کسی کلمہ کا اوّل کسی کلمہ کا آخر ملا کر کلمات گڑھ لیے جائیں تو اور بھی بہت سے سکتے نکلیں گے جیسا کہ ملا علی قاریؒ شرح مقدمہ جزریہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

وَمَا اشْتَهَرَ عَلٰى لِسَانِ بَعْضِ الْجَهَلَةِ مِنَ الْقُرْاٰنِ فِي سُوْرَةِ الْفَاتِحَةِ لِلشَّيْطٰنِ كَذَا مِنَ الْاَسْمَاءِ فِيْ مِثْلِ هٰذِهِ التَّرَاكِيْبِ مِنَ الْبِنَاءِ فَخَطَأٌ فَاحِشٌ وَاِطْلَاقٌ قَبِيْحٌ ثُمَّ سَكْتُهُمْ عَلٰى نَحْوِ دَالِ الْحَمْدِ وَكَافِ اِيَّاكَ وَاَمْثَالِهَا غَلَطٌ صَرِيْحٌ[2] -

(فائدہ)۔ (كَاَيِّنْ) میں جو نون ساکن ہے یہ نون تنوین کا ہے اور مرسوم ہے۔ اس لفظ کے سوا مصحفِ عثمانی میں کہیں تنوین نہیں لکھی جاتی۔ اور قاعدے سے یہاں تنوین وقف کی حالت میں حذف ہونا چاہیے مگر چونکہ وقف تابع رسم خط کے ہوتا ہے اور یہاں تنوین مرسوم ہے اس وجہ سے وقف میں ثابت رہے گی۔

(فائدہ) آخر کلمہ کا حرف علت جب غیر مرسوم ہو تو وقف میں بھی محذوف ہوگا اور جو مرسوم ہوگا وہ وقف میں بھی ثابت ہوگا، ثابت فی الرسم کی مثال (وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ - تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ - لَا تَسْقِي الْحَرْثَ) اور محذوف فی الرسم کی مثال (فَاذْهَبُوْنِ - وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ) سورۂ نساء میں۔ (نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ) سورۂ یونس میں۔ (مَتَابِ - عِقَابِ) سورہ

[1] غلطی سے تقطیع وسطِ کلمہ میں ہوتی ہے اور سکتہ آخر کلمہ میں ہوتا ہے باقی کیفیتِ ادا میں کچھ فرق نہیں آواز دونوں میں بند ہو جاتی ہے اور سانس دونوں میں جاری رہتا ہے صرف اطلاق اور محل کا فرق ہے ۱۲ ابن ضیاء

[2] ترجمہ:۔ اور بعض جہلاء کی زبان پر جو مشہور ہے کہ قرآن میں سورۂ فاتحہ کے اندر مثل ان تراکیب مذکورہ میں شیطان کے سات نام ہیں پس یہ سخت غلطی اور اطلاق قبیح ہے پھر ان کا الحمد کی دال اور ایاک کے کاف پر اور اس کی امثال میں سکتہ کرنا کھلی غلطی ہے ۱۲

رعد میں مگر سورۂ نمل میں جو (فَمَآ اٰتٰنِ ۦَ اللّٰہُ) ہے اس کی یا باوجودیکہ غیر مرسوم ہے وقف میں جائز ہے اثبات اور حذف اس واسطے کہ وصل میں حفصؒ اس کو مفتوح پڑھتے ہیں۔ (وَیَدْعُ الْاِنْسَانُ) سورۂ اسراء میں، (وَیَمْحُ اللّٰہُ الْبَاطِلَ) سورۂ شوریٰ میں، (یَدْعُ الدَّاعِ) سورۂ قمر میں، (سَنَدْعُ الزَّبَانِیَۃَ) سورۂ علق میں، (اَیُّہَ الْمُؤْمِنُوْنَ) سورۂ نور میں، (اَیُّہَ السَّاحِرُ) سورۂ زخرف میں، (اَیُّہَ الثَّقَلٰنِ) سورۂ رحمٰن میں البتہ اگر تماثل فی الرسم کی وجہ سے غیر مرسوم ہوگا تو اس قسم کا محذوف وقف میں ثابت ہوگا اس کی مثال (یُحْیِ۔ وَیَسْتَحْیِ۔ وَاِنْ تَلْوٗا۔ وَلِتَسْتَوٗا۔ جَآءَ۔ بَآءَ۔ سَوَآءً۔ تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ)

(فائدہ) (لَا تَاْمَنَّا عَلٰی یُوْسُفَ) اصل میں (لَا تَاْمَنُنَا) دو نون ہیں اور پہلا نون مضموم ہے دوسرا مفتوح اور لا نافیہ ہے اس میں محض اظہار اور محض ادغام جائز نہیں، بلکہ ادغام کے ساتھ اشمام ضرور کرنا چاہیئے اور اظہار کی حالت میں روم ضروری ہے۔

(فائدہ) حروف مبدوٗ[1] اور موقوف کا خیال رکھنا چاہیئے کہ کامل طور سے ادا ہو خاص کر جب ہمزہ یا عین موقوف کسی حرفِ ساکن کے بعد ہو مثل (شَیْءٌ۔ سُوْءٍ۔ جُوْعٍ) اکثر خیال نہ کرنے سے ایسے موقع پر حرف بالکل ادا نہیں ہوتا یا ناقص ادا ہوتا ہے۔

(فائدہ) نونِ خفیفہ قرآن شریف میں دو جگہ ہے ایک (وَلَیَکُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِیْنَ) سورۂ یوسف میں، دوسرا (لَنَسْفَعًا) سورۂ اقرأ میں یہ نون وقف میں الف سے بدل جائے گا اس وجہ سے کہ اس کی رسم الف کے ساتھ ہے۔
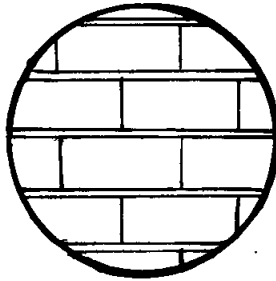
[1] یعنی جس کلمہ سے ابتدا کی جاتے ۱۲ ابن ضیاء

خاتمہ

پہلی فصل

جاننا چاہیئے کہ قاری مقری کے واسطے چار علموں کا جاننا ضروری ہے۔

ایکؔ تو علم تجوید یعنی حروف کے مخارج اور اُس کے صفات کا جاننا۔

دوسؔرا علم اوقاف ہے یعنی اس بات کو جاننا کہ اِس کلمہ پر کس طرح وقف کرنا چاہیئے اور کس طرح نہ کرنا چاہیئے اور کہاں معنی کے اعتبار سے قبیح اور حَسَن ہے اور کہاں لازم اور غیر لازم ہے۔ تجوید کے اکثر مسائل بیان ہو چکے ہیں اور اوقاف جو قبیلِ اداسے ہیں وہ بھی بیان کر دیئے گئے اور جو قبیلِ معانی سے ہیں مختصر طور سے ان کے رموز کا بھی جو دال علی المعانی ہیں بیان کر دیا اور بالتفصیل بیان کرنے سے کتاب طویل ہو جائے گی۔ اور مقصود اختصار ہے۔

اور تیسؔرے رسم عثمانی ہے اس کا بھی جاننا نہایت ضروری ہے یعنی کس کلمہ کو کہاں پر کس طرح لکھنا چاہیئے کیونکہ کہیں تو رسم مطابق تلفظ کے ہے اور کہیں غیر مطابق۔ اب اگر ایسے موقع پر جہاں مطابقت نہیں ہے وہاں لفظ کو مطابق رسم کے تلفظ کیا تو بڑی بھاری غلطی ہو جائے گی مثلاً (رحمٰن) بے الف کے لکھا جاتا ہے اور (بِاَیۡىدٍ) سورۂ ذاریات میں دو (ی) سے لکھا جاتا ہے اور (لَاۡاِلَی اللّٰہِ تُحۡشَرُوۡنَ۔ لَاۡاَوۡضَعُوۡا۔ لَاۡاَذۡبَحَنَّهٗ۔ لَاۡاَنۡتُمۡ) ان چار جگہوں میں لام تاکید کا ہے اور لکھنے میں لام الف ہے، اب ان جگہوں میں مطابقتِ رسم سے لفظ مہمل اور مثبت منفی ہو جاتا ہے اور یہ رسم توقیفیؔ اور سماعی ہے اس کے خلاف لکھنا جائز نہیں؛ اس واسطے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں جس وقت

لہ یعنی جس طرح جو رسم ثابت ہوتی ہوئی ہم تک پہنچی ہے ۱۲ ابن ضیاء۔

ےہ مشتمل بر مسائل جزئیہ متفرعہ علی مسائل الفن ۱۲

قرآن شریف نازل ہوتا تھا اسی وقت لکھا جاتا تھا صحابہ کرام رضی کے پاس متفرق طور سے لکھا ہوا تھا اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اکٹھا ایک جگہ جمع کیا گیا پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں نہایت ہی اہتمام اور اجماع صحابہ رضی سے متعدد قرآن شریف لکھوا کر جا بجا بھیجے گئے، جمع اول اور جمع ثانی میں اتنا فرق ہے کہ پہلی دفعہ میں جمع غیر مرتب تھا اور جمع ثانی میں سورتوں کی ترتیب کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے۔ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی نے اس کام کو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا کیونکہ یہ کاتب الوحی تھے اور عرضہ اخیرہ[1] کے مشاہد اور اسی عرضہ کے موافق جناب حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن سنایا تھا اور باوجود سارے کلام مجید مع سبعہ احرف کے حافظ ہونے کے پھر بھی یہ احتیاط اور اہتمام تھا کہ تمام صحابہ کرام رضی کو حکم تھا کہ جو کچھ جس کے پاس قرآن شریف لکھا ہوا ہو وہ لاکر پیش کریں اور کم از کم دو دو گواہ بھی ساتھ رکھتا ہو کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے یہ لکھا گیا ہے اور جیسا کہ صحابہ کرام رضی نے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے لکھا تھا ویسا ہی حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے لکھوایا بلکہ بعض ائمہ اہل رسم اس کے قائل ہیں کہ یہ رسم عثمانی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امر اور املاء سے ثابت ہوئی ہے۔ اس طرح پر یہ قرآن شریف باجماع صحابہ کرام رضی اس رسم خاص پہ غیر معرب غیر منقط لکھا گیا۔ اس کے بعد قرن ثانی میں آسانی کی غرض سے اعراب اور نقطے بھی حروف میں دیئے گئے۔ اب معلوم ہوا کہ یہ رسم توقیفی ہے، ورنہ جس طرح ائمہ دین نے اعراب اور نقطے آسانی کے لئے دیئے ہیں ایسا ہی رسم غیر مطابق کو مطابق کر دیتے اور یہ بات بعید از قیاس ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق یا حضرت عثمان رضی اللہ عنہما اور جمیع صحابہ رضی اس غیر مطابق اور زوائد کو دیکھتے اور پھر اس کی اصلاح نہ فرماتے خاص کر قرآن شریف میں اسی واسطے جمیع خلفاء اور صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین اور ائمہ اربعہ رح وغیرہم نے اس رسم کو تسلیم کیا ہے اور اس کے خلاف کو خلاف کی جگہ جائز نہیں رکھا

[1] اس کے معنی دور کے ہیں یعنی حضور اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ جو آخر مرتبہ قرآن پاک کا دور فرمایا تھا ۱۲ ابن ضیاء

اور بعض اہل کشف نے اس رسم خاص میں بڑے بڑے اسرار بیان کیے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ رسم بمنزلہ حروفِ مقطعات اور آیاتِ متشابہات کے ہے (وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِّنْ عِندِ رَبِّنَا)

اور چوتھے علم قرأت ہے اور یہ وہ علم ہے جس سے اختلاف الفاظ وحی کے معلوم ہوتے ہیں۔ اور قرأت کی دو قسم ہے۔ ایک تو وہ قرأت ہے جس کا پڑھنا صحیح ہے اور اس کی قرآنیت کا اعتقاد کرنا ضروری اور لازمی ہے اور انکار و استہزار گناہ اور کفر ہے۔ اور یہ وہ قرأت ہے جو قراء عشرہ سے بطریق تواتر اور شہرت ثابت ہوئی ہے اور جو قراء ات ان سے بطریق تواتر اور شہرت ثابت نہیں ہوئیں یا ان کے ماسوا سے مروی ہیں وہ سب شاذہ ہیں اور شاذہ کا حکم یہ ہے کہ اس کا پڑھنا قرآنیت کے اعتقاد سے یا اس طرح کہ سامع کو قرآن شریف پڑھے جانے کا وہم ہو حرام اور ناجائز ہے۔ آج کل یہ بلا بہت ہو رہی ہے کہ کوئی قرأتِ متواترہ پڑھے تو مسخرا پن کرتے ہیں اور ٹیڑھی بانکی قرأت سے تعبیر کرتے ہیں اور بعض حفاظ قاری صاحب بننے کو تفسیر وغیرہ دیکھ کر اختلافِ قرأت سے پڑھنے لگتے ہیں اور یہ تمیز نہیں ہوتی کہ یہ کونسی قرأت ہے آیا اس کا پڑھنا صحیح ہے یا نہیں اور شاذ ہے یا متواتر دونوں حضرات کا حکم ماسبق سے معلوم ہو چکا کہ کس درجہ بُرا کرتے ہیں۔

دوسری فصل

قرآن شریف کو الحان اور انغام کے ساتھ پڑھنے میں اختلاف ہے۔ بعض حرام، بعض مکروہ، بعض مباح، بعض مستحب کہتے ہیں۔

پھر اطلاق اور تقیید میں بھی اختلاف ہے مگر قولِ محقق اور معتبر یہ ہے کہ اگر قواعدِ موسیقیہ کے لحاظ سے قواعدِ تجوید کے بگڑ جائیں تب تو مکروہ یا حرام ہے ورنہ مباح ہے یا مستحب۔

اور مطلقاً تحسینِ صوت سے پڑھنا مع رعایتِ قواعدِ تجوید کے مستحب اور مستحسن ہے جیسا کہ اہل عرب عموماً خوش آوازی اور بلا تکلف بلا رعایتِ قواعدِ موسیقیہ سے ذرہ

پھر بھی واقف نہیں ہوتے اور نہایت ہی خوش آوازی سے پڑھتے ہیں، اور یہ خوش آوازی اُن کی طبعی اور جبلی ہے، اسی واسطے ہر ایک کا لہجہ الگ الگ اور ایک دوسرے سے ممتاز ہوتا ہے، ہر ایک اپنے لہجے کو ہر وقت پڑھ سکتا ہے۔ بخلاف انغام کے کہ ان کے اوقات مقرر ہیں کہ دوسرے وقت میں نہیں بنتے اور نہ اچھے معلوم ہوتے ہیں۔ یہاں سے معلوم ہو گیا کہ نغم اور لہجے میں کیا فرق ہے طرزِ طبعی کو لہجہ کہتے ہیں بخلاف نغم کے۔

اب یہ بھی معلوم کرنا ضروری ہے کہ انغام کسے کہتے ہیں؟ وہ یہ ہے کہ تحسینِ صوت کے واسطے جو خاص قواعد مقرر کیے گئے ہیں ان کا لحاظ کر کے پڑھنا یعنی کہیں گھٹانا کہیں بڑھانا، کہیں جلدی کرنا کہیں نہ کرنا، کہیں آواز کو پست کرنا کہیں بلند کرنا کسی کلمہ کو سختی سے ادا کرنا کسی کو نرمی سے، کہیں رونے کی سی آواز نکالنا کہیں کچھ، کہیں کچھ، جو جانتا ہے وہ بیان کرے۔

البتہ جو بڑے بڑے اس فن کے ماہر ہیں ان کے قول یہ سُنے گئے ہیں کہ اس سے کوئی آواز خالی نہیں ہوتی ضرور بالضرور کوئی نہ کوئی قاعدہ موسیقی کا پایا جائے گا۔ خصوصاً صاحب لسان ذوق و شوق میں کوئی چیز پڑھے گا باوجودیکہ وہ کچھ بھی اس فن سے واقف نہ ہو مگر کوئی نہ کوئی نغم سرزد ہو گا، اسی واسطے بعض محتاط لوگوں نے اس طرح پڑھنا شروع کیا ہے کہ تحسینِ صوت کا ذرہ بھر بھی نام نہ آئے کیونکہ تحسینِ صوت کو لازم ہے نغم اور اس سے احتیاط ضروری ہے، اور یہی بعض اہلِ احتیاط اہلِ عرب کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ لوگ تو گا کے پڑھتے ہیں حالانکہ یہ تحسین کسی طرح ممنوع نہیں اور نہ اس سے مفر ہے۔

خلاصہ اور ماحصل ہمارا یہ ہے کہ قرآن شریف کو تجوید سے پڑھو اور فی الجملہ خوش آوازی سے پڑھے اور قواعدِ موسیقیہ کا خیال نہ کرے کہ موافق ہے یا مخالف اور صحتِ حروف اور معانی کا خیال کرے، اور معنی اگر نہ جانتا ہو تو اتنا ہی خیال کافی ہے کہ مالک الملک عز وجل کے کلام کو پڑھ رہا ہوں اور وہ سن رہا ہے اور پڑھنے کے آداب مشہور ہیں ؛

تمت بالخیر

عــــ صفر ۱۳۹۰ھ

کتابت: عبدالمنان شہداد پور

ع قرآن مجید کا ادب واحترام بہت ضروری ہے۔ اس کی بابت چند مسائل ذیل میں درج کرتے ہیں۔

مسئلہ[۱]:۔ پڑھنے والے کو چاہیئے کہ پاک وصاف ہو اور باوضو قبلہ رو ہو کر پاک جگہ بیٹھ کر پڑھے۔

مسئلہ[۲]:۔ بلا وضو قرآن مجید کو نہ چھونا چاہیئے۔

مسئلہ[۳]:۔ قرآن مجید نہایت خشوع خضوع کے ساتھ پڑھنا چاہیئے۔

مسئلہ[۴]:۔ قرآن مجید خوش آوازی سے پڑھنا چاہیئے۔

مسئلہ[۵]:۔ قرآن مجید کو اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھ کر شروع کرنا چاہیئے لیکن سورۂ توبہ کے شروع میں بسم اللہ نہ پڑھنا چاہیئے، چاہے شروع قرأت ہو یا درمیان قرأت ہو اور اگر درمیان قرأت میں سورۂ توبہ شروع کریں تو کسی قسم کا استعاذہ نہ کرنا چاہیئے۔

مسئلہ[۶]:۔ قرآن مجید دیکھ کر پڑھنا زبانی پڑھنے سے افضل ہے۔

مسئلہ[۷]:۔ قرآن مجید سننا تلاوت کرنے اور نفل پڑھنے سے افضل ہے۔

مسئلہ[۸]:۔ قرآن مجید بلند آواز سے پڑھنا افضل ہے جب کہ کسی نمازی یا مریض یا سوتے کو ایذا نہ پہنچے۔

مسئلہ[۹]:۔ قرآن مجید کے پڑھنے میں صحتِ الفاظ اور قواعدِ تجوید کا بہت لحاظ رکھنا چاہیئے حتی الامکان اوقاف میں بھی غلطی نہ ہونا چاہیئے۔

مسئلہ[۱۰]:۔ جو شخص غلط قرآن مجید پڑھتا ہو تو سننے والے پر واجب ہے کہ بتادے بشرطیکہ بتانے کی وجہ سے کینہ و حسد پیدا نہ ہو۔

مسئلہ[۱۱]:۔ تین دن سے کم میں قرآن مجید ختم کرنا خلافِ اولیٰ ہے۔

مسئلہ[۱۲]:۔ قرآن مجید جب ختم ہو تو تین بار سورۂ اخلاص پڑھنا بہتر ہے۔

مسئلہ[۱۳]:۔ قرآن مجید ختم کرکے دوبارہ شروع کرتے ہوئے مُفْلِحُوْن تک پڑھنا افضل ہے۔

مسئلہ[۱۴]:۔ قرآن مجید ختم ہونے پر دعا مانگنا چاہیئے کہ اس وقت دعا قبول ہوتی ہے۔

مسئلہ[۱۵]:۔ تلاوت کرتے وقت کوئی شخص معظم دینی مثلاً بادشاہِ اسلام یا عالم دین یا پیر یا استاد یا باپ آجائے تو تلاوت کرنے والا اس کی تعظیم کے لئے کھڑا ہو سکتا ہے۔

مسئلہ[۱۶]:۔ غسل خانہ اور موضع نجاست میں قرآن مجید پڑھنا جائز نہیں۔ ۱۲ ابن ضیاء عفی عنہ

قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی

فوائد مرضیہ

شرح اردو

مقدمۃ الجزریہ

مصنف : علامہ شیخ محمد بن الجزری رحمہ اللہ
مترجم وشارح : قاری سید محمد سلیمان دیوبندی
نظر ثانی وتزئین : معراج محمد

ومعہ "تحفۃ الاطفال" للشیخ الجمزوری
مع شرحہا "عمدۃ الاقوال" للحافظ محمد عتیق الدیوبندی

قدیمی کتب خانہ
مقابل آرام باغ
کراچی